

سفرِ نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

من البدایۃ الی النہایۃ

11.962

مصنف
ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

عماد بک سنٹر لاہور

سفرِ نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

من البدایۃ الی النہایۃ

مُصنّف

ابوحمزہ مُفتی ظفر جبّار چشتی

عماد بک سنٹر اُردو بازار لاہور

98199

کتاب ——— سفرِ نورِ نبی ﷺ

مصنف ——— ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

نظرِ ثانی ——— ممتاز مذہبی سکالرز علامہ سجاد حسین چشتی

سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر وغیرہ
0345-4653373

کمپوزنگ ——— وارڈز میکر

پروف ریڈنگ ——— حافظ عبدالجمال ناصر۔ قاری محمد عادل ولیجہ

بار اوّل ——— فروری 2010ء / ربیع اوّل 1431ھ

تعداد ——— گیارہ سو

مطبع ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت ——— -/150 روپے

ملنے کے پتے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ریاض الایمان پبلی کیشنز
حسنین آباد، لاہور کینٹ

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے پیر ومرشد پیکر صبر ورضا،

سید اہل وفا، قائد اہل سنت، مفکر اسلام مفسر قرآن، شیخ الحدیث،

حضرت علامہ **پیر سید ریاض حسین شاہ** مدظلہ

مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان

ڈائریکٹر ادارہ تعلیمات اسلامیہ پاکستان (راولپنڈی)

کے نام کرتا ہوں

انتساب

اپنے والد ماجد عظیم روحانی شخصیت عاشقِ رسول

راسخ عقیدہ اہلسنّت' صاحب درد صاحب الرائے

حضرت میاں شیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ

کی نذر کرتا ہوں

ترتیب

تقدیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

خلقت مبرا من کل عیب

سید عالم، محسن اعظم، نبی مکرم، رسول معظم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے عیب ونقص روحانی وجسمانی سے مبرا ومنزہ تخلیق فرمایا، جب عیب ونقص کا وجود تک مفقود تھا۔ آپ کا ہر نسب اور ہر نسبت طیب وطاہر، مزکی اور پاکیزہ تر، جیسے ہر رسول اور ہر نبی علیہم السلام کے والدین کریمین ویسے ہی آپ کے والدین ماجدین کریمین بھی اطیب واطہر، مومن ومسلم ہیں۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام تو ید قدرت سے بنائے گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مثال آدم قرار دیا گیا جبکہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کے اعلان کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مہد مادر میں ہی گویائی کی ایسی قوت عطا فرمائی کہ اپنی عبدیت ونبوت اور کتاب کے ملنے کا بھی اعلان فرمایا۔ معصومیت کی شہادت نے معترضین کے منہ بند اور حضرت مریم علیہا السلام کی عصمت وعفت اور پاکدامنی کو چار چاند لگا دیئے اور اس زمانے کی تمام عورتوں پر فضیلت سے ممتاز فرمایا اور جس ذات اقدس کیلئے انبیاء ورسل منتظر رہے، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام دعائیں مانگتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشارتیں دیتے رہے اور جن کی والدہ ماجدہ مقدس، معطرہ، مطہرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا خوابوں

میں نظارہ کرتی رہیں۔ جب مختار کل کا ظہور ہوا تو پکار اٹھیں

خرج مني نور واضاء ت لي منه قصور الشام (مشکوٰۃ شریف)

میرے بطن اطہر سے نور نے ظہور فرمایا اور شام کے محلات میرے
لئے روشن ہو گئے۔

حضرت عبدالمطلب کے دریافت کرنے پر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میرے فرزند ارجمند پیدا ہوئے تو فوری طور پر جبین اقدس کو زمیں پر رکھا اور سجدے میں چلے گئے۔ جب سر انور کو اٹھایا تو شہادت کی انگلی بلند کرتے ہوئے فیقول بلسان فصیح لا الہ الا اللّٰہ انی رسول اللّٰہ۔ اس کلمۂ شہادت کی اولین شہادت تو آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا دے رہی ہیں۔ کیا یہ شہادت آپ کے ایمان و اسلام کیلئے کافی نہیں۔ صاحبان عشق و محبت و حاملان عقل و دانش کیلئے تو یہ بات سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان و ایقان پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے کہ لوگو! تم تو بعد از بعثت ایمان و اسلام کی دولت سے سرفرازی حاصل کرو گے۔ میں تو قبل از بعثت بعد از ولادت فوراً ایمان و اسلام کی نعمت عظمیٰ کو حاصل کر رہی ہوں۔

ذرا اس آیت کریمہ سے استفادہ کریں۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

رب العزت جسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں رحموں میں بناتا ہے اور اس پر بھی لوگوں کے سر تسلیم سے خم ہیں مگر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آپ کے ارشاد پر شہرہ آفاق اشعار پیش کیے۔

واحسن منك لم ترقط عيني

واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرًا من كل عيب

كانك قد خلقت كما تشاء

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جیسا حسین کسی آنکھ نے نہیں دیکھا

اور آپ جیسا جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے عیب سے مبرا تخلیق فرمایا۔

گویا کہ جیسے آپ کی چاہت ہوسکتی تھی ویسے ہی آپ کی تخلیق فرمائی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار کے ذریعے آپ کے والدین کریمین کو ہر عیب ونقص سے طیب و طاہر ہونے کا اظہار فرمایا۔ اگر کوئی بدبخت، بدنصیب پھر بھی ان ذوات قدسیہ پر بدگمانی رکھتا ہے تو اسے اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔

انا ابن ذبیحین

سید عالم، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

ایک حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت سیدنا عبداللہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ۔ گویا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام نامی واضح فرما کر اس بات کو مؤکد فرمایا جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صاحب ایمان ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ویسے ہی میرے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صاحب ایمان ہونے میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں۔ ایک جلیل القدر نبی ہیں تو دوسرے عظیم المرتبت ولی ہیں۔ نہ نبی بغیر ایمان کے ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ولی بلا ایمان۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔ انا ابن العواتك من سلیم (سیرت حلبیہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بنو سلیم کی عواتک کا فرزند ہوں۔ قبیلہ بنی سلیم کی تین خوش نصیب بچیوں (خواتین) کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف پایا۔ حسن اتفاق کہ ان میں ہر ایک کا نام عاتکہ تھا جس کی جمع عواتک ہے۔

شمول الاسلام میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ یہ تینوں بچیاں قریب البلوغ تھیں۔ انہوں نے جیسے ہی آپ کی طفولیت میں زیارت کی تو تینوں کی چھاتیوں میں دودھ اتر آیا اور جوش محبت میں باری باری تینوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف حاصل کیا جس کی برکت سے بعداز بعثت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ایمان کی دولت سے بہرہ مند ہوئیں۔

اب ذرا غور فرمائیے جس کے بطن اطہر میں آپ نو ماہ تک جلوہ افروز رہے اور بعد از ولادت اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شیر مبارک کو بھی نوش فرماتے رہے اس ہستی مقدسہ کے ایمان پر زبان وقلم کے تیر برسائے جا رہے ہیں۔ ابھی بھی وقت ہے اپنے غلط عقیدے اور نظریے سے تائب ہو جائیے ورنہ کل روز حشر پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا

آج لے ان کی پناہ اور آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اس مسئلہ پر دلائل و براہین سے مرصع تصنیف لطیف سفر نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر ہے۔ جسے حضرت علامہ مولانا مفتی ظفر جبار صاحب چشتی زید مجدہ نے بڑی عرق ریزی، محنت اور محبت سے مرتب فرمایا ہے۔ انداز تحریر دلپذیر اور

ایمان افروز ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر اسلام نے نہایت محققانہ کتابیں لکھیں اور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے حصول میں آپ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے حضور عقیدت ومحبت کے نذرانے پیش کرتے ہوئے اُمت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کی خوب خوب رہنمائی فرمائی۔

مولانا موصوف نے بھی انہیں انعام یافتہ اسلاف کے نقوش جمیل کو سامع رکھتے ہوئے یہ ایمان افروز روح پرور تصنیف منیف کو قلمبند کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

قبولیت سے بہرہ مند فرمائے اور انہیں مزید قلمی کارنامے سرانجام دینے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

دعا گو، دعا جو: محمد منشا تابش قصوری

مرید کے

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان)

۲۰ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ (الجمعۃ المبارکہ)

۵ فروری ۲۰۱۰ء

تقریظ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علٰی رسولہ الکریم

اما بعد !

تمام تر خوبیاں اس اللہ پاک کے لیے جس نے اُمت محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر گمراہ اور اِس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ ن کر کھڑے ہوئے اور انہیں شریعت پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں سونپی۔

عزیز محترم مولانا ظفر جبار چشتی صاحب کی کتاب ''سفر نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کو بعض مقامات سے ملاحظہ کیا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف، والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے ایمان سے متعلق دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف اور تکمیل پر کی گئی ان تھک محنت لائق صد شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور اِن سے مقصد کا حاصل کرنا ہر اس شخص کے لیے بہت آسان کر دیا گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین حنیف کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ پاک کا سمجھنا

سہل کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا اخلاص پایا جس کا ثبوت اِن کی اس تصنیف کے بارے میں لگاتار شب بیداری اور اِن تھک محنت سے ملتا ہے۔

مفتی ظفر جبار صاحب ایک سلجھے ہوئے اہل علم ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے اُمت مسلمہ کیلئے فائدہ مند بنائے۔ (آمین)

اور اہل علم کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ وآلہ وصحبہٖ اجمعین

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری بخاری

جامعہ رضویہ وخانقاہ قادریہ نوریہ

ماڈل ٹاؤن لاہور

۲ فروری ۲۰۱۰ء

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اوصاف جمیلہ اور اخلاق عظیمہ حمیدہ سے موصوف فرمایا اور آپ کے حسب نسب کو عالی اور طیب و طاہر بنایا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والدین کریمین حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تک تمام پشتیں اور ارحام ہر قسم کی آلائشوں سے پاک تھے۔ آپ کے والدین طیبین زمانۂ فطرت میں توحید خداوندی ایسے اہم عقیدہ کی دولت سے مالا مال رہے اور اعلان نبوت سے پہلے دنیا سے پردہ فرما گئے۔ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان سے متعلق اکابر مفسرین، محدثین اور علماء کرام نے ایمان افروز خیالات قلمبند فرمائے اور اس عنوان سے ان کی قیمتی تصانیف اُمت مسلمہ کی راہنمائی میں نمایاں کردار کی حامل ہیں۔

حضرت علامہ مفتی ظفر جبار چشتی فاضل نوجوان ہیں۔ دینی، مسلکی اور ملی درد سے موجزن دل اور متحرک شخصیت کے مالک ہیں۔ انہیں بولنے کا سلیقہ بھی ہے اور لکھنے کا ڈھنگ بھی۔ انہوں نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے حوالے سے نہایت محقق اور مدلل کتاب تحریر فرما کر اپنے آپ کو ان اکابر شخصیات کی صف میں شامل کیا اور اس کتاب مستطاب کو اپنے لئے

ذخیرہ آخرت بنایا۔ راقم نے چیدہ چیدہ مقامات سے کتاب کو دیکھنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ علامہ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے تحقیق کی صلاحیتوں سے بہرہ ور فرمایا ہے۔

امید ہے کہ آپ اس میدان میں اپنی کاوشوں کا لوہا منوانے میں کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خالق کائنات علامہ ظفر جبار چشتی مدظلہ کی اس عظیم اور جذبۂ ایمانی سے بھرپور کاوش کو شرف قبولیت عطا فرما کر اُمت مسلمہ کے استفادہ کا اہم ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ نبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

واستاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیاء

دربار حضرت داتا گنج بخشؒ لاہور

۱۷ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

۲ فروری ۲۰۱۰ء

بروز منگل

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرما دے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے۔

یہ کتاب عالم نبیل، فاضل جلیل ممتاز مذہبی سکالرز علامہ مفتی ظفر جبار چشتی کی سعی مقبول ومشکور ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد اور امہات کا موحد اور ناجی ہونا اہل سنت کا تحقیقی اور معتمد موقف ہے۔

فاضل مصنف نے اس مسئلہ پر دلائل کے انبار لگا دیے ہیں۔ پیش آمدہ شبہات واہیہ اور اِن کے ازالہ کافیہ کا عمدہ بیان کیا ہے۔ مصنف نے ثابت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا نور منور معطر ہر دور میں پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔ ہر دہر میں بہتر اور منتخب لوگوں کے ذریعہ ظہور سے قریب ہوتا رہا ہر واسطہ میں نکاح اسلام سے ہی اس عظیم نور کا مقدس سفر جاری رہا۔ اس وجہ سے مصنف نے اِس کتاب کا نام سفر نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے۔

ماشاء اللہ فاضل مصنف نے نوعمری میں ہی پختگی اور شستہ تحریر و تحقیق کرتے ہوئے متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ان کے والدین کریمین' اولاد پاک' اہل بیت اطہار' صحابہ کرام' ازواج پاک کے بارے میں اچھی گفتگو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ زیرنظر کتاب لکھنے پر بلاشبہ ہدیہ تبریک واستحسان کے مستحق ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ان کے علم' عمر' عمل' عزت' شہرت' تقویٰ وطہارت میں برکت عطا فرمائے۔

اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ

مفتی محمد لطف اللہ نوری

مرکزی دارالعلوم

جامعہ حنفیہ فریدیہ۔ بصیرپور

(اوکاڑہ)

تقریظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نحمدہ و نصلی علیہ رسولہ الکریم

حمد و ثناء کے بعد خدائے بزرگ و برتر جل و علا نے بنی نوع انسان پر یہ احسان عظیم فرمایا کہ ان میں اپنے پیارے محبوب سید الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کو مبعوث فرمایا اور آپ کو اپنی ساری مخلوق میں مقام و مرتبہ اور حسب نسب کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ بنایا۔

میں نے زیر نظر کتاب ''سفرِ نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جو فاضل نوجوان حضرت ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی کی تصنیف ہے) کا اوّل سے آخر تک بغور مطالعہ کیا۔ اس موضوع پر اس کتاب کو نہایت ہی معتبر و مستند اور نہایت ہی عظیم پایا۔ ربّ ذوالجلال کا یہ عظیم احسان ہے کہ مصنف کو اس موضوع پر نہایت ہی تحقیقی کتاب لکھنے کی ہمت عطا فرمائی۔ علماء کرام کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ہی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف کے علم و عمل میں برکت دے اور ان کی تصنیفات کو مقبول خاص و عام بنائے۔ مصنف کی یہ بلند پایہ تصنیف روایات و حکایات کی تصویر نہیں بلکہ اس موضوع پر ایسی جامع اور مکمل کتاب ہے جس کے مطالعہ کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ زیرِ نظر کتاب کو پڑھ کر ہر شخص اپنا ظرف تمنا لبریز کر لے گا۔

خدائے قدوس کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ فاضل مصنف نے کتاب ہذا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

الحمد لله ربّ العلمين۔ خالق السموات و الارضين الذی خلق نور حبيبيه قبل جميع المخلوقين ثم اودعه في اصلاب الانبياء والساجدين و بينه بقوله: وتقلبك في الساجدين۔ والصلوه والسلام على سيد الانبياء و المرسلين۔ الذی ارسل بالمؤمنين رؤف الرحيم۔ خير الخليقه وانكايا حسبا ونسهافي العالمين۔ وتنقل نوره من ارحام الطاهرات و اصلاب الظاهرين و علٰی اٰلہٖ و اصحابه وابائه الى يوم الدين، بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ قد قال اللّٰه تعالیٰ: لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ماعنتم حريصٌ عليكم بالمؤمنين رؤف الرحيم۔ نهي سری: سيد، شريف، سخي، قدره علي، وبرهانه جلي: افضل الخلق اماوا باوا انكا بم حسبا و نسبا خلق اللّٰه لاجله الكونين واقربه من كل مومن الاولين والاخرين، وجعله نهي الانبياء وادم منجدل في طينة وكتب اسمه على العرش اعلاما بمرتبة عنده و فضيلته، وتوسل به ادم فتاب عليه واخمره انه لو لاه ما خلقه وناهيك بها مزيد لديه

جو اس کتاب کو پڑھ کر مسرور ہو وہ مجھ فقیر کے حق میں دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے ضرور دعا فرمائے۔ اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کا نسب مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کیا ہے اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے تمام آباء کرام مومن، مؤحد تھے اور اپنی استطاعت کے مطابق آپ کے نسب مبارک کی پوری تفصیل ذکر کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

پیکرِ نسیان

ابوحمزہ ظفر جبار چشتی

رسول اللہ ﷺ کے نسب نامہ مبارک کی فضیلت

حضور اکرم ﷺ کا نسب نامہ مبارک تمام نسبوں سے اعلیٰ و افضل اور نہایت ہی پاکیزہ ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد سب مومن، موحد، متقی پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت نمبر 1:

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (الشعراء آیت 219)

"جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔"

یعنی جب آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک پاک پشتوں میں پاک شکموں میں گردش کرتا رہا تھا۔ ہم دیکھتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے تمام آباؤ اجداد مومن، موحد، حق تعالیٰ کے عابد تھے۔ ان میں کوئی کافر، فاسق نہ تھا۔ (نور العرفان)

بعض مفسرین نے فرمایا اس آیت میں ساجدین سے مراد مومنین ہیں اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ و آمنہ سلام اللہ علیہا تک مومنین کی اصلاب و ارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب

کے سب مومن ہیں۔ (خزائن العرفان)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۹۸ میں، اور علامہ محمد بن علی محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ فتح القدیر جلد ۴ صفحہ ۱۲۲ میں اور علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الخازن متوفی ۷۰۵ھ، لباب التاویل جلد ۵ صفحہ ۱۲۹ اور امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ معالم التنزیل جلد ۵ صفحہ ۱۲۹ میں، بروایت حضرت عطا اور امام ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی متوفی ۵۹۷ھ زاد المسیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۸ میں بروایت حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی ۶۷۱ھ احکام القرآن جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۴ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں: کہ آپ نے فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کی اصلاب میں رہے یہاں تک کہ آپ نبی مبعوث ہوئے۔

قال السیوطی اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویه و ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله و تقلبك فی الساجدین، قال مازال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدته امه: (وقال الشوکانی) اخرج ابن ابی عمر العدنی فی مسنده والبزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویه، وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال: من نبی الی نبی حتی اخرجت نبیا:

امام سیوطی کی عبارت یہ ہے: امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ" کی

تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء (اور اہل ایمان) کی پشتوں میں گردش کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو آپ کی والدہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا۔ (شوکانی کی عبارت یہ ہے) ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں اور امام بزار، ابن ابی حاتم اور امام طبرانی ابن مردویہ اور امام ابونعیم نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں ہی روایت کی ہے،

وقال ابن کثیر: روی البزار: وابن ابی حاتم من طریقین عن ابن عباس انه قال فی هذه الایه یعنی تقلبه من صلب نبی الی صلب نبی حتی اخرجه نبیا:

وقال القرطبی عن ابن عباس: ای فی اصلاب الانبیاء آدم و نوح ابراهیم حتی اخرجه نبیا:

ابن کثیر کہتے ہیں امام بزار اور ابن ابی حاتم نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو دوسندوں سے روایت کیا ہے (امام قرطبی کہتے ہیں)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آدم، نوح، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشتوں میں رہے یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمایا۔

اور علامہ سلیمان الجمل فتوحات الٰہیہ میں، اور علامہ احمد صاوی المالکی حاشیہ جلالین میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

والمراد بالساجدین المؤمنین: و المعنی یراك متقلبا فی اصلاب وارحام المؤمنین من لدن آدم و حواء الی عبدالله وامنه، فجمیع اصوله رجالا و نساءً مومنون

(لجمل جلد 3 صفحہ 296 وصاوی جلد 3 صفحہ 184)

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر کافر تھے لہٰذا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء، سب کے سب مومن تھے، درست نہیں، اس کے دو جواب ہیں۔

ایک یہ ہے کہ آزر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ نہیں بلکہ چچا ہیں عربی زبان میں چچا اور دادا کو بھی "اب" یعنی باپ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے، اور وہ مومن، موحد تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر ہی تھے تو پھر ہمارے قول کا مطلب یہ ہے کہ "جب تک نور محمدی ان کی صلب میں جلوہ گر رہا، تب تک وہ موحد تھے۔ اس طرح جس کی پشت میں نور محمدی جلوہ فرما ہوا تب تک وہ موحد، مومن رہے۔ لہٰذا اگر ان میں سے کسی سے کفر و شرک کا صدور ہوا تو وہ انتقال نور محمدی کے بعد ہوا۔ (صاوی علی الجلالین جلد 3 صفحہ 184) اس جواب کو علامہ سلیمان الجمل نے احسن جواب قرار دیا ہے۔ (فتوحات الٰہیہ ج3 ص296)

قاضی ثناء اللہ مظہری متوفی 1225ھ بروایت عطا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مذکور رقم کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

لکن فی هذا التاویل لیس کمال المدح کا شتراك قریش بل جمیع الناس فیه بل الاولی ان یقال المراد منه تقلبك من اصلاب الظاهرین الساجدین لله الیه ارحام الطاهرات الساجدات و من ارحام الساجدات الی اصلاب الطاهرین امی الموحدین والموحدات حتی یدل علی ان

آبا۔ النبی ﷺ کلهم کانوا مومنین: کذا قال السیوطی:
وقال الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی: ؏
وینقل احد دورا عظیما: تلالافی وجوه الساجدین: یقلب
فیهم قرنا فقرنا: الی ان جاء خیر المرسلین و مما یؤید
هذا التاویل مارواه البخاری فی الصحیح عنه ﷺ قال
بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی بعثت من
القرن الذی کلمت فیه: وروی مسلم من حدیث واثله بن
الاسقع قوله ﷺ ان الله اصطفی من ولد ابراهیم اسمعیل
واصطفی من بنی اسماعیل بنی کنانه قریشا واصطفی من
قریش بنی هاشم واصطفائی من بنی هاشم وروی البیهقی
فی دلائل النبوه من حدیث انس قال ما افترق الناس
فرقتین الاجعلنی الله من خیره فاخر جت من ابوی ولم
یعمنی شیء من عهد الجاهلیه خرجت من نکاح لم
اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتهیت الی ابی وامی
فانا خیر کم نفسا و خیر کم ابا:

”لیکن اس تاویل میں کمال مدح نہیں کیونکہ اس میں قریش بلکہ تمام لوگ شریک ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ پاک لوگوں، اللہ کے حضور عابدوں کی پشتوں سے پاک عورتوں، اللہ کے حضور سجدہ کرنے والیوں کے بطنوں کی طرف اور عابد عورتوں کے رحموں سے پاک پشتوں کی جانب یعنی موحدین اور مواحدات کی طرف منتقل ہوتے رہے تاکہ اس سے یہ ثابت ہو کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء مومنین تھے۔

امام سیوطی نے ایسے ہی فرمایا ہے اور امام حافظ شمس الدین دمشقی نے فرمایا:
وہ عظیم نور (ہر ایک طرف) منتقل ہوتا رہا اور اللہ کے حضور سجدہ کرنے والوں کے چہروں میں چمکتا رہا اور ہر دور میں ان کی پشتوں میں دورے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سید المرسلین تشریف لائے اور اس تاویل کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں بنی آدم کے خیر القرون میں مبعوث ہوا میں ہر زمانہ میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں مبعوث ہوا جس میں اب ہوں اور وہ حدیث جو امام مسلم نے (اپنی صحیح میں) حضرت واثلہ بن الاسقع سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا، اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔

اور وہ حدیث جو امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب لوگ دو گروہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بہتر گروہ میں رکھا۔ پس میں اپنے والدین کے بطن سے پیدا ہوا اور مجھے زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز نہیں پہنچی۔ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے والدین حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما تک، پس میں اپنی ذات اور نسب کے لحاظ سے تم سب سے افضل ہوں۔ (تفسیر مظہری جلد 7 صفحہ 89-90)

اس احادیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اور حضرت حواء سے لے کر سیدہ آمنہ تک نبی کریم رؤف الرحیم کے تمام آباؤ و امہات مومنین تھے اور وہ دین اسلام پر تھے ان میں سے کوئی بھی فاسق و فاجر نہ تھا۔

ایک اور سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ آیت مذکورہ سے نبی کریم رؤف الرحیم کے آباء کے مومن ہونے پر استدلال درست نہیں۔ ایمان آباء پر اس آیت سے استدلال روافض نے کیا، اور یہ انہیں کا مذہب ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی مفاتیح الغیب میں اور علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

واستدل بها الرافضه على ان آباء النبي صلى الله عليه وسلم كانو مومنين.

یعنی اس آیت سے روافض نے نبی کریم ﷺ کے تمام آباء کے مومنین ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (روح البیان جلد 6 صفحہ 313، مفاتیح الغیب زیر آیت مذکورہ)

جواب

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اہل سنت نے اس آیت سے ایمان آباء کرام پر استدلال نہیں کیا اور ہم نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے کہ ائمہ اہل سنت نے بلکہ اکثر اہل سنت نے اس آیت سے نبی کریم ﷺ کے آباء کرام کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے۔

چنانچہ امام ابوالفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی متوفی 1270ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بالايه على ايمان ابويه صلى الله عليه وسلم كما ذهب اليه كثير من اجله اهل السنه: وانا اخشى الكفر على من يقول فيهما رضى الله عنهم على رغم انف على القارى واضرابه قالوا بضد ذلك.

یعنی اس آیت سے نبی کریم ﷺ کے والدین کے مومن ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ اجلہ اہل سنت میں سے بہت سے ائمہ کا یہ مذہب ہے اور مجھے اس شخص کے متعلق کفر کا اندیشہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں چہ مگوئیاں کرتا ہے۔ ملا علی قاری اور اس کے ہم خیال لوگوں کی ناک خاک آلود ہو کہ وہ اس کے برعکس کہتے ہیں۔ (روح المعانی جلد 19 صفحہ 124)

اور علامہ اسماعیل حقی متوفی 1137ھ روح البیان میں لکھتے ہیں:

وحق المسلم ان یمسك لسانه عما یخل بشرف نسب نبینا علیه السلام و یصونه عما یتبادر منه النقصان خصوصا الی وهم العوام۔

یعنی مسلمان کا حق یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک کے بارے میں ایسی بات کہنے سے اپنی زبان روکے رکھے۔ جس سے آپ کے نسب کی فضیلت میں کمی آئے اور جس سے آپ کے مقام و مرتبہ میں نقصان لازم ہو یا گستاخی کا کوئی پہلو نکلے خصوصاً وہ بات جس سے عوام وہم میں مبتلا ہوں۔

(روح البیان جلد 6 صفحہ 313)

اور یہ بات ہر ذی شعور بخوبی جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک کے متعلق ایسی بات کہنا جس سے آپ کے نسب مبارک کی فضیلت میں کمی آتی ہے اور اس بات سے عوام وہم میں مبتلا ہوتے ہوں جائز نہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر مسلمان آپ کے نسب مبارک میں ایسی بات لکھنے سے باز رہے۔

نیز علامہ اسماعیل حقی حضرت عبدالمطلب کے متعلق لکھتے ہیں:

والاشهر انه كان علی ملة ابراهیم ای لم یعبد الاصنام۔

یعنی زیادہ مشہور یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب ملت ابراہیمی پر تھے۔ یعنی

انہوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔ (جلد 6 صفحہ 314)

ضروری وضاحت

ملا علی قاری کے متعلق صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی کی جو تنقید گزری اس سے کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ملا علی قاری حضور ﷺ کے والدین کو مومن نہ سمجھتے تھے۔ اس بارے میں ہم ضروری وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ درست ہے ملا علی قاری پہلے حضور کے والدین کریمین کے متعلق یہی کہتے تھے کہ وہ مومن نہیں تھے اور انہوں نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھا۔

امام ابن حجر مکی کا خواب

ملا علی قاری نے جب وہ رسالہ لکھا تو ان کے استاذ امام ابن حجر مکی نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری چھت سے گرے اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کی توہین کرنے کی سزا ہے۔ تو واقعہ ایسا ہی ہوا کہ ملا علی قاری چھت سے گرے اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی شرح العقائد میں لکھتے ہیں۔

وعارضه (ای السیوطی) علی بن سلطان القاری برسالة فی اثبات کفر هما فرای استاذه ابن حجر مکی فی منامه ان القاری سقط من سقف فانکسرت رجله فقیل هٰذا جزاء اهانه والدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فوقع کمار ای۔ (النبراس صفحه 526)

اور ملا علی قاری نے بعد میں اپنے اس قول سے توبہ کر لی۔ ملا برخوردار اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ونقلت توبة عن ذالك فی القول المستحسن (حاشیہ

نبراس صفحہ 526) لیکن ہو سکتا ہے علامہ آلوسی کو ملا علی قاری کی توبہ کا علم نہ ہوا ہو۔ لہٰذا علامہ آلوسی کے اس قول سے ملا علی قاری پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔

آیت نمبر 2

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ (البقرہ آیت 221)

البتہ مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ میں ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بنی آدم کے تمام طبقات کے بہتر طبقہ میں بھیجا گیا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔ (بخاری شریف)

اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث صحیح میں ہے۔

لم يزل على وجه الدهر في الارض سبعة مسلمين فصاعدا فلولا ذالك هلكت الارض ومن عليها (مصنف عبدالرزاق: عن معمر عن ابن جريج عن ابن السيب عن على رضى الله عنه وقد اخرجه ابن المنذر في تفسيره عن اسحاق بن ابراهيم الدبرى (مسالك الحنفا صفحه 24) واخرج الامام احمد بن حنبل في "الزهد" والامام الخلال في كتاب "كرامت الاوليا" بسند صحيح على شرط الشيخين عن ابن عباس رضى الله عنهما قاض: ماخلت الارض من بعد نوح من سبعه يدفع الله تعالىٰ بهم عن اهل الارض: و اخرج الارزقي في "تاريخ مكه" عن نهير بن محمد نحوه:

واخرج الجندی فی "فضائل مکہ" عن مجاهد: ثلہ (مسالك الحنفا صفحه 24,25) یعنی روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہو جاتے اس حدیث کو امام اجل عبدالرزاق شاگرد امام ابوحنیفہ اور استاذ امام بخاری نے حضرت معمر سے وہ ابن جریج سے وہ سعید بن المسیب سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں اسحاق بن ابراہیم سے روایت کیا اور امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب ''الزھد'' میں اور امام خلال نے اپنی کتاب ''کرامات اولیا'' میں مسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ:

نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ زمین ایسی سات شخصیتوں سے خالی نہیں رہی۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے مصائب کو دور فرماتا ہے اور اس حدیث کو امام ابوالولید محمد بن عبدالکریم الاوزقی متوفی 223ھ نے اپنی کتاب تاریخ مکہ میں حضرت زہیر بن محمد سے اسی طرح روایت کیا اور امام جندی نے اپنی کتاب فضائل مکہ میں حضرت مجاہد سے اسی طرح روایت کیا۔ جب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ روئے زمین پر ہر زمانہ میں کم از کم سات مسلمان اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ضرور رہے ہیں اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بہتر طبقہ سے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان سے یہ ثابت ہے کہ کافر اگرچہ کیسا ہی عزت و شرف والا ہو وہ کسی مسلمان غلام سے بھی بہتر نہیں ہو سکتا۔ تو ثابت ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و امہات ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں انہیں بندگان خدا میں سے تھے، صالح

اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے تھے۔ ورنہ معاذ اللہ بخاری شریف میں ارشاد محبوب خدا ﷺ، قرآن کریم میں ارشاد حق جل جلالہ کے مخالف ہوگا اور یہ ناممکن ہے۔ یہ دلیل امام الائمہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اہل سنت سیدی و مولائی الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے افادہ فرمائی۔

آیت نمبر 3

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ آیت نمبر 28)
مشرک تو ناپاک ہی ہیں اور حدیث شریف میں ہے۔ حضور سید الانبیاء المرسلین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الطيبة الطاهرة مصفى مهذبا لا ينشعب شعبتان الاكنت في خيرهما: اخرجه الامام ابونعيم في: دلائل النبوه: من طرق عن ابن عباس رضى الله عنهما و اخرج مسلم والترمذى و صححه عن واثله بن الاسقع قد مرالحديث بلفظ: صحيح مسلم وقد اخرجه الحافظ ابوالقاسم حمزه بن يوسف السهمى في: فضائل العباس من حديث واثله بلفظ: ان الله اصطفى من ولد ادم ابراهيم واتخذه خليلا واصطفى من ولد ابراهيم اسماعيل ثم اصطفى من ولد اسماعيل نزاد ثم اصطفى من ولد نزار مضراثم اصطفى من مضر كنانة ثم اصطفى من كنانه قريشا ثم اصطفى من قريش بنى هاشم ثم اصطفى من بنى هاشم بنى عبدالمطلب ثم اصطفانى من بنى عبدالمطلب

اور دہ المحب الطبری فی: ذخائر (العقبی مسالك الحنفا صفحه 21)

واخرج ابن سعد عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول صلی الله علیه وسلم خیر العرب مضر و خیر مضر عبدمناف و خیر بنی عبدمناف بنو هاشم و خیر بنی هاشم بنو عبدالمطلب، والله ما افترق فرقتان منذ خلق الله ادم الاکنت فی خیرهما و طبقات ابن سعد واخرج الطبرانی: والبهیقی وابو نعیم: عن ابن عمر رضی الله عنهما: قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله خلق من العرب مضر و اختار من مضر قریشا و اختار من قریش بنی هاشم واختارنی من بنی هاشم فانا من خیار الی خیار

(مسالك الحنفا صفحه 22)

ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں منتقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا مزین، جب دو شاخیں پیدا ہوئیں، میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ اس حدیث کو امام ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں کئی سندوں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور امام مسلم نے اپنے صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں حضرت واثلہ بن اسقع سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اور امام ابوقاسم نے ''فضائل عباس'' میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا اور انہیں اپنا خلیل بنایا اور اولاد ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پھر اولاد اسماعیل علیہ السلام سے نزار کو، پھر بنی نزار سے مضر کو پھر بنی مضر سے کنانہ کو پھر بنی کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب کو، پھر بنی عبدالمطلب سے مجھے چنا۔

اس حدیث کو امام محب الدین طبری نے ''ذخائر العقبیٰ'' میں روایت کیا ہے اور امام ابن سعد نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام عرب میں بہتر مضر ہیں اور تمام مضر میں بنو عبد مناف اور بنو عبد مناف میں بنو ہاشم اور بنو ہاشم کے بہتر بنو عبدالمطلب ہیں اور قسم بخدا جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا (ان کی اولاد) دو گروہوں میں بٹی، میں ان کے بہتر گروہ ہی میں تھا۔

اور امام طبری، بیہقی اور ابونعیم نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق سے بنی آدم کو پسندیدہ بنایا اور بنی آدم سے عرب کو اور عرب سے مضر کو اور مضر سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اپنا پسندیدہ کیا اور بنی ہاشم سے مجھے مختار بنایا تو میں بہتر نسب سے ہوں اور بہتر اُمت کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

واخرج الترمذی وحسنه و البیهقی عن العباس بن عبدالمطلب رضی الله عنهم: قال قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله حین خلقنی جعلنی من خیر خلقه ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیر قبیلة وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسهم ثم حین خلق البیوتات جعلنی من خیر بیوتهم. فانا خیرهم بیتا و خیرهم نفسا

(مسالك الحنفا صفحه 22)

واخرج ابوعلی بن شاذان فیما اورده المحب الطبری فی: ذخائر العقبی: وهو فی مسند البزار عن ابن عباس رضی الله عنهما قال دخل ناس من قریش علی صفیة بنت

عبدالمطلب فجعلوا يتفاخرون و يذكرون الجاهلية:
فقالت صفية: منا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقالوا
تنبت النخله او الشجره: في الارض اللّيا فذكرت ذالك
صفيه لرسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فغضب وامر بلالا
فنادى في الناس فقام على المنبر فقال: ايها الناس من انا ؟
قالو انت رسول اللّٰه: قال انتسبوني: قالوا محمد بن
عبداللّٰه بن عبدالمطلب: قال فما بال اقوام ينزلون اصلى
فواللّٰه ا اني لا فضلهم اصلا وخيرهم موضعا (مسالك الحنفا
صفحه 22,23) واخرج الحاكم عن ربيعه بن الحارث، بلغ
النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ان قومنا لوامة فقالوا انما مثل
محمد كمثل نخله تنبت في اللياء: فغضب رسول اللّٰه صلى
اللّٰه عليه وسلم وقال: ان اللّٰه خلق خلقه فجعلهم
فرققين فجعلني في خير الفرقتين ثم جعلهم بيوتا فجعلني
في خيرهم بيوتا ثم قال: انا خيركم قبيلا و خيركم بيتا
واخرج الطبراني في: الاوسط: او البيهقي في: الدلائل: عن
عائشه رضي اللّٰه عنها قالت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه
وسلم قال: قال لى جبريل: قلبت الارض مشارقها و
مغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد صلى اللّٰه عليه
وسلم ولم اجد نبي اب افضل من بني هاشم مسالك الحنفا
صفحه 23 قال الحافظ ابن حجر في: اماليه: ومن
المعلوم ان الخيريه والا صطفاء و والاختيار من اللّٰه والا

فضلية عنده لايكون مع الشرك (مسالك الحنفا صفحه 23)

اور امام ترمذی نے بسند حسن اور امام بیہقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی، بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی بہتر مخلوق میں کر دیا۔ پھر جب قبائل کو پیدا کیا تو مجھے ان میں بہتر قبیلہ میں رکھا پھر جب افراد کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہتر افراد میں کر دیا۔ پھر جب گھروں کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہتر گھروں میں رکھا۔ میں ان سب سے اپنی نسب اور ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں اور مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش کے کچھ لوگ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے پاس آئے اور اپنے نسب پر فخر کرنے لگے اور زمانہ جاہلیت کا تذکرہ کرنے لگے۔ حضرت صفیہ نے فرمایا ہم سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو انہوں نے کہا کھجور یا (کہا) درخت ریتلی اور سخت زمین میں اگتا ہے (اس سے ان کا مقصد آپ کے نسب پر طعن کرنا تھا) یہ بات حضرت صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ ناراض ہوئے اور حضرت بلال کو حکم فرمایا (کہ لوگوں میں منادی کر دیں) تو انہوں نے لوگوں میں منادی کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو میں کون ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا نسب بتاؤ۔ لوگوں نے کہا آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میری اصل کو نچلے درجے کا بتاتے ہیں۔ قسم بخدا میں ان سب سے اپنی اصل اور اپنے مرتبے کے لحاظ سے افضل ترین ہوں اور امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگوں نے آپ کے نسب کے بارے میں طعنہ زنی کی اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کہاوت تو اس کھجور جیسی ہے جو ریتلی زمین میں اگتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور

فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا پھر انہیں دو گروہ کر دیا تو مجھے ان کے بہتر گروہ میں کر دیا۔ پھر ان کو کئی قبائل بنایا تو مجھے ان کے بہتر قبیلہ میں رکھا۔ پھر ان کو کئی گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے ان کے بہتر گھر میں رکھا تو میں تم سب سے قبیلہ اور اپنے گھر کے لحاظ سے بہتر ہوں۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک پر طعنہ زنی کرنا اور آپ کے آباء میں سے کسی کو فاسق فاجر سمجھنا حضور ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو لازم ہے کہ حضور ﷺ کے نسب مبارک میں طعن نہ کرے اور آپ کے تمام آباء و امہات کو مومن، موحد، محبوبان خدا مانے امام طبرانی نے ''اوسط'' میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو پلٹ کر دیکھا تو میں نے محمد ﷺ سے افضل کوئی شخص نہیں پایا اور بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ امام ابن حجر نے ''امالی'' میں فرمایا کہ مشرک اللہ کے ہاں مصطفیٰ، مختار (پسندیدہ) افضل اور بہتر ہو ہی نہیں سکتا۔

ان تمام احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تک آپ کے تمام آباء و امہات اپنے زمانہ میں سب لوگوں میں بہتر اور افضل تھے۔ ان کے زمانہ میں ان سے بہتر کوئی اور نہ تھا اور آپ کے تمام آباء کرام طاہرین و امہات طاہرات، سب اہل ایمان و اہل توحید تھے۔

یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامہ الوریٰ، امام اہل سنت، مجدد الدین و الملت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام الائمہ جلال الملۃ والدین السیوطی نے ان کی کتاب ''اسرار التنزیل'' سے نقل کرنے کے بعد اس کی توضیح و تائید فرمائی اور امام اہل سنت الشاہ احمد رضا بریلوی اس دلیل کو اپنی کتاب شمول

الاسلام لاصول الرسول الکرام میں نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ علامہ محقق سنوسی و علامہ تلسمانی شارح شفا و امام ابن حجر مکی اور علامہ محمد زرقانی شارح مواہب و غیرھم اکابرین نے اس کی تائید و تصویب کی۔ باخدا دیوانہ باش با محمد ہوشیار

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام لوگ دین اسلام پر تھے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (البقرہ آیت: 218)

لوگ ایک دین پر تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، اپنی تفاسیر میں اور امام بزار اپنی مسند میں اور امام حاکم ''مستدرک'' میں سند صحیح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ نے فرمایا:

كان بين آدم و نوح عشره قرون كلهم على شريعه من الحق فاختلفوا فبعث الله النبيّن

(مسالك الحنفاء صفحه 26 مستدرك، جامع البيان)

آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان دس طبقے ہوئے۔ سب اللہ کی طرف سے ایک دین پر تھے پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ اور امام ابویعلی، امام طبرانی، امام ابن ابی حاتم، سند صحیح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کے تحت روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: على الاسلام كلهم (مسند ابویعلی و مسالک الحنفا صفحہ 27) نوح علیہ السلام سے پہلے سب لوگ دین اسلام پر تھے۔

اور امام ابن سعد، طبقات میں ایک اور سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی

ہیں کہ آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان تمام لوگ دین اسلام پر تھے۔ (طبقات ابن سعد)

اور بطریق سفیان بن سعید ثوری، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت عکرمہ سے راوی ہیں کہ آدم ونوح علیہما السلام کے درمیان لوگوں کے دس طبقے تھے۔ جو سب کے سب دین اسلام پر تھے۔ (طبقات ابن سعد)

اور امام ابن ابی حاتم آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ سے راوی ہیں کہ آدم ونوح علیہما السلام کے مابین لوگوں کے دس طبقے تھے جو سب ہدایت اور اللہ کی طرف سے ایک شریعت پر تھے۔ پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ (مسالک الحنفا صفحہ 26)

نبی کریم ﷺ کا نسب مبارک

اب ہم حضور اکرم ﷺ کے نسب مبارک کی مکمل تفصیل پوری وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کا نسب مبارک یوں ہے۔

سیدنا محمد ﷺ بن عبداللہ۔ آپ کے والد کا اسم گرامی عبداللہ ہے اور حضرت عبداللہ مومن، موحد، صالح ومتقی پرہیز گار تھے۔ آپ کا مومن وموحد اور دین ابراہیمی پر ہونا احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ سے واضح کر دیا ہے۔

اب یہاں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ اہل کتاب اور کاہنوں نے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت اور آپ کی نبوت کی خبر دی اور یہ بات عرب میں پھیلی اور اس بات کا علم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وسیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو حضرت عبداللہ وسیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما اس کی تصدیق کی اور لوگوں کو

اس کی خوش خبری سنائی اور خود لوگوں کو بتایا کرتے کہ ہمارے صاحبزادے اللہ کی طرف سے رسول مبعوث ہوں گے اور وہ لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دیں گے اور بتوں کو توڑیں گے اور اس کی خود تصدیق بھی فرمائی اور ان سے کفر و شرک کبھی نہیں ہوا، تو کیا ابھی وہ مومن اور مسلمان نہ تھے۔؟ اور ایمان و اسلام کسی اور چیز کا نام ہے؟ کذا قال الامام السیوطی فی کتابہ (التعظیم والمنہ صفحہ 44)

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک ماہ مدینہ طیبہ میں مرض کی حالت میں رہے اور ایک ماہ بعد وہاں آتے ہوئے راستہ میں آپ کا انتقال ہوا، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور ابھی نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت نہیں ہوئی تھی۔ (التعظیم والمنہ صفحہ 45)

حضرت عبداللہ کے والد کا اسم گرامی بقول امام ابن قتیبہ عامر اور بقول امام ابن اسحاق شیبہ ہے اور یہی صحیح ہے۔ آپ کا لقب عبدالمطلب ہے۔ آپ نے ایک سو چالیس سال عمر پائی۔ (الروض الانف جلد 1 صفحہ 5)

حضرت عبدالمطلب کی پانچ بیویاں تھیں۔ فاطمہ، بالہ، نتیلہ، ممنعتہ، لبنا، آپ کی کنیت ابوالحارث ہے کیونکہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام حارث ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

(1) حارث (2) زبیر (3) حمزہ (4) ضرار (5) ابوطالب، ان کا نام عبدمناف ہے (6) ابولہب، ان کا نام عبدالعزی (7) مقوم، ان کا نام عبدالکعبہ ہے اور بقول بعض مقوم اور عبدالکعبہ دو ہیں۔ یعنی مقوم کا نام عبدالکعبہ نہیں بلکہ عبدالکعبہ ان کے بھائی ہیں۔ (8) حجل، ان کا نام مغیرہ ہے (9) غیداق، ان کا نام نوفل ہے (10) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

(ابن کثیر جلد 1 صفحہ 184)

اور آپ کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں:

(1) اروی (2) برۃ (3) امیمہ (4) صفیہ (5) عاتکہ (6) اُمِ حکیم (بیضاء)

حضرت صفیہ، حضرت حمزہ۔ مقوم، حجل کی والدہ کا نام ہالہ بنت وہیب، یا وہب بن عبد مناف بن زہرہ ہے اور وہ (ہالہ) نبی کریم ﷺ کی خالہ ہے (الاصابہ جلد 4 صفحہ 348 واسد الغابہ ج۔ 7 صفحہ 172) اور عباس، ضرار کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب یا خباب بن کلیب یا کلب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن عامر بن ضحیان، بن سعد بن خزرج بن تیم اللہ بن نمر بن قاسط (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 166 والاصابہ صفحہ 271 ج 2)

تاریخ الخمیس میں ہے کہ عبدالمطلب کے تیرہ بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام قثم ہے ان میں حضرت عبداللہ اپنے سگے بھائی و بہنوں میں سب سے چھوٹے ہیں اور حضرت عباس و حضرت حمزہ حضرت عبداللہ سے چھوٹے ہیں اور نوفل (غیداق) کی والدہ کا نام ممتعۃ بنت عمرو بن مالک الخزاعیہ ہے اور ابولہب کی والدہ کا نام لبنا بنت ہاجر بن عبد مناف بن ضاطر بن حبشیہ بن سلول بن کعب الخزاعی اور حضرت عبداللہ، ابوطالب، زبیر، عبدالکعبہ، بیضاء، (ام حکیم) امیمہ، برہ، عاتکہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن مخزوم اور فاطمہ کی والدہ کا نام مخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب، صخرہ کی والدہ کا نام تعمر بنت عبد بن قصی بن کلاب۔ عبدالکعبہ، ضرار، قثم بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور باقی سب بعثت نبوی سے قبل فوت ہو گئے لیکن ابوطالب، ابولہب اور حضرت عباس و حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ صفیہ واروی و عاتکہ نے زمانہ اسلام پایا۔ ان میں بالاجماع علماء حضرت عباس و حمزہ رضی اللہ عنہم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئے اور اروی و عاتکہ کے

متعلق اختلاف ہے۔ امام محمد بن سعد اور امام ابو جعفر عقیلی کے بقول وہ بھی مسلمان ہوگئیں۔ اور بقول محمد بن سعد ان دونوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور امام ابو جعفر عقیلی نے ان دونوں کو صحابیات میں شمار کیا اور محمد بن سعد اور ابو جعفر عقیلی کے علاوہ نے ان دونوں کو صحابیات میں شمار کیا اور محمد بن سعد اور ابو جعفر عقیلی کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک اروی اور عاتکہ مسلمان نہ ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی پچیس ہوئے، ان میں سے طالب بن ابی طالب اور عتیبہ بن ابی لہب اسلام نہ لائے اور باقی سب نے اسلام قبول کرلیا۔

ان کی تفصیل یہ ہے:

☆ ابوطالب کے چار بیٹے تھے: طالب، عقیل رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دس بیٹے ہوئے: الفضل، عبداللہ، عبید اللہ، قثم، عبدالرحمٰن، معبد، کثیر، حارث، عون، تمام۔

☆ حارث کے پانچ بیٹے تھے: ابوسفیان، نوفل، ربیعہ، مغیرہ، عبد شمس۔

☆ زبیر کا ایک بیٹا ہوا: عبداللہ۔

☆ ابولہب کے تین بیٹے ہوئے: عتبہ، عتیبہ، معتب۔

☆ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے ہوئے: عمارہ: یعلی۔

نبی کریم ﷺ کی چچا زاد بہنیں دس تھیں: ابوطالب کی دو بیٹیاں، امام ہانی، حمنہ۔ حضرت عباس کی تین اُم حبیب، صفیہ، امینہ، حارث کی ایک، اروی۔ زبیر کی دو، ضباعہ، اُمِ حکیم۔ ابولہب کی ایک، درہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی امامہ تھی۔

نبی کریم ﷺ کی پھوپھیوں کی تمام اولاد گیارہ لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ عامر بن بیضا، یہ کریز بن ربیعہ سے تھے۔ عبداللہ وزہیر ابنا عاتکہ یہ ابوامیہ

مخزومی سے ہوئے اور ابوسلمہ بن برہ، عبدالاسد مخزومی سے اور عبداللہ، عبید اللہ، ابواحمد، بنوامیمہ، جحش سے ہوئے۔ طلیب بن اروی عمیر بن وہب سے ہوئے اور زبیر، سائب، عبداللہ بنو صفیہ، عوام سے ہوئے۔ ان میں سے عبداللہ بن جحش کے سوا سب نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے اور لڑکیاں زینب، اُمِ حبیبہ، حمنہ۔ (تاریخ الخمیس صفحہ 159 وصفحہ 160)

انسان العیون میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب نہایت حلیم الطبع، بڑے دانا اور قریش کے ملجا وماویٰ تھے اور بہت سخی تھے۔ زیادہ سخاوت کی بنا پر آپ کو فیاض کہا جاتا تھا۔ مستجاب الدعوات تھے اور اپنی اولاد کو گناہوں سے روکتے اور مکارم اخلاق (نیکیوں) کا حکم دیتے اور ظلم و بغاوت سے منع کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ظالم اپنے ظلم کی سزا لئے بغیر دنیا سے ہرگز نہیں جائے گا۔ تو ایک بار آپ سے کہا گیا کہ شام کا رہنے والا ایک شخص بڑا ظالم تھا مگر اس کو دنیا میں اس کے ظلم کی سزا نہیں ملی۔ تو کچھ دیر آپ نے سوچا اور اس کے بعد فرمایا! بخدا اس جہان کے بعد ایک اور جہان ہے۔ اس میں نیکوں کو ثواب اور بروں کو سزا دی جائے گی۔ وہ موحد تھے اور آپ شراب، زنا، محرمہ عورتوں سے نکاح کرنا حرام سمجھتے تھے اور چور کا ہاتھ کاٹتے تھے۔ ایفائے عہد (نذر، منت پوری کرنے) کو واجب جانتے تھے اور بغیر کپڑوں کے طواف کعبہ سے منع کرتے اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکتے تھے اور اسلام نے بھی ان باتوں کو برقرار رکھا۔ چنانچہ امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی لکھتے ہیں۔

کان مستجاب الدعوات و یقال له الفیاض لجوده (الی ان قال) وکان من حلماء قریش و حکمائها (وملجاء هم فی الامور فکان شریف قریش و سیدها کما لا وفعالا من غیر

مدافع) (الی ان قال) یامر اولاده بترك الظلم و البغی و یحثهم علی مکارم الاخلاق و ینهاهم عن دنیئات الامور وکان یقول لن یخرج من الدنیا ظلوم حتی ینتقم منه و تصیبه عقوبة الی ان هلك رجل ظلوم من اهل الشام لم تصبه عقوبه: فقیل لعبد المطلب فی ذلك ففکر و قال والله ان وراء هذه الدار دارًا یجزی فیها المحسن باحسانه و یعاقب المسیء باء ساء ہ ای فالظلوم شانه فی الدنیا ذلك حتی اذ خرج من الدنیا ولم تصبه العقوبة فهی معدہ فی الاخرہ (الی ان قال) ووحد الله سبحانه و تعالٰی و تو ثرعنه سنن جاء القرآن باکثر ها و جاء ت السنة بها منها الوفاء بالنذر والمنع من نکاح المحارم وقطع ید السارق والنهی عن قتل المؤدة وتحریم الخمر والزنا وان لا یطوف بالبیت عریان۔ (انسان العیون جلد 1 صفحه 4)

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی محبت فرماتے تھے حتیٰ کہ حضور کے بغیر کھانا بھی نہ کھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا بیٹا اس اُمت کا نبی ہے۔ اسی لئے حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات سے قبل ابوطالب کو وصیت فرمائی کہ میرے اس بیٹے کی حفاظت کرنا۔ جب حضرت عبدالمطلب کی وفات ہوئی تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس تھی۔ حضرت عبدالمطلب کے بعد ابوطالب نے آپ کی کفالت کی۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 1 صفحہ 240 وصفحہ 241)

امام جلال الملت والدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام المتکلمین قامع البدعت ناصر الدین، امام اہل سنت فخر الدین رازی سے ناقل ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رحمۃ اللہ علیہ

ملت ابراہیمی پر تھے اور خود امام سیوطی نے اس قول کی تائید و تصویب فرمائی۔
(مسالک الحنفا صفحہ 39)

پھر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام مسعودی کی کتب کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

مات مسلما لما رای من الدلائل علی نبوه محمد ﷺ انه لا یبعث الابالتوحید (مسالك الحنفا صفحه 40)

یعنی حضرت عبدالمطلب کی وفات بحالت اسلام ہوئی کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت اور آپ کے داعی توحید ہونے کے دلائل دیکھ چکے تھے۔

امام ابن سعد اپنی کتاب ''الطبقات'' میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ زمانہ جاہلیت میں مرد کی دیت دس اونٹ تھی تو حضرت عبدالمطلب نے سب سے پہلے، مرد کی دیت سو اونٹ مقرر کی اور رسول اللہ ﷺ نے اسی کو برقرار رکھا۔
(طبقات ابن سعد)

امام المحدثین ابوداؤد اور امام نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پر نور سید الانبیاء و المرسلین ﷺ نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ایک پاک خاتون (فاطمہ) رضی اللہ عنہا کو آتے دیکھا۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو فرمایا: اپنے گھر سے باہر آپ کہاں گئی تھیں؟ اس خاتون نے عرض کی، یہ جو ایک موت ہو گئی تھی، میں ان کے یہاں تعزیت و دعائے رحمت کرنے گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی۔ عرض کی، اللہ کی پناہ کہ میں وہاں تک جاتی۔ حالانکہ حضور سے اس بارے میں جو ارشاد ہوا وہ سن چکی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لو بلغتها مارايت الجنه حتى يراها جد ابيك (سنن ابی داؤد، سنن نسائی) اگر تو وہاں

تک ان کے ساتھ جاتی تو جنت نہ دیکھتی جب تک تیرے باپ کے دادا عبدالمطلب نہ دیکھیں۔ امام اہل سنت سیدی و آقائی و مولائی الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے اپنی کتاب: شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام میں لکھتے ہیں، یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں تجھے جانا نہ ملتا۔ بلکہ اس وقت جاتیں جبکہ عبدالمطلب داخل بہشت ہوں گے۔ (صفحہ 10)

حضرت عبدالمطلب کے مؤمن ہونے کی ایک اور دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وللّٰه العزه ولرسوله و للمؤمنين و لكن المنافقين لا يعلمون۔

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ لیکن منافق اسے نہیں جانتے۔ (المنافقوں آیت:8)

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

يا ايها الناس انا خلقنٰكم من ذكر وانثى و جعلنٰكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند اللّٰه اتقٰكم ان اللّٰه عليم خبير۔ (الحجرات)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مذکر و مونث سے پیدا کیا اور تمہیں کئی قومیں اور قبائل بنایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

ان آیات کریمہ میں ربّ العزت جل و علا نے عزت و بزرگی اور شرف و

فضیلت کو مسلمانوں کے ساتھ خاص کر دیا اور کافر کتنا ہی شریف القوم ہو اس کو لئیم و ذلیل اور رسوا ٹھہرایا اور کسی لئیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزت و شرف والے کے لئے لائق تعریف نہیں۔ لہٰذا کافر باپ دادوں کی طرف انتساب میں فخر کرنا حرام ہوا۔ امام بیہقی ''شعب الایمان'' میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں کہ دو شخصوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا نسب شمار کیا۔ ان میں ایک نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دو شخص اپنا نسب شمار کرنے لگے۔ ایک نے کہا، میں فلاں بن فلاں ہوں، تو پشتوں تک شمار کیا اور سب کفار تھے اور دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور دو پشتوں تک شمار کیا اور وہ سب مسلمان تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔ کہ جس نے اپنی نو پشتوں تک نسب شمار کیا، اس کے وہ آباء دوزخی ہیں اور ان کا دسواں یہ شخص دوزخی ہے اور جس نے اپنا نسب دو پشتوں تک شمار کیا، اس کے وہ آباء جنتی ہیں اور یہ ان کا تیسرا جنت میں ہوگا۔ (شعب الایمان)

اور امام بیہقی و امام احمد بن حنبل بسند صحیح حضرت ابو ریحان رضی اللہ عنہ سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من انتسب الی تسعة اباء کفار یریدبھم عزا و شرفا فھو عاشرھم فی النار. جو شخص عزت و شرف چاہنے کے لئے اپنی نو پشت کافروں کا ذکر کرے کہ فلاں بن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہوگا۔ (مسند احمد ۴/۱۳۴۔ والبیہقی فی شعب الایمان، واللفظ لہ)

احادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ بیان کرتے ہوئے اور مقام مدح میں کئی بار اپنے آباء و

امہات کرام کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ امام احمد، امام بخاری ج اص ۴۰۱، امام مسلم ج ۲ص ۱۰۰، امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن ارادہ الٰہیہ کے مطابق کچھ دیر کے لئے مسلمانوں پر کفار غالب ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شان جلال طاری ہوئی۔ آپ ارشاد فرما رہے تھے انا النبی لاکذب انا بن عبدالمطلب، میں اللہ کا نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ و امام ابونعیم رضی اللہ عنہم حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ارادہ فرما رہے تھے کہ اکیلے ان ہزاروں کافروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ سواری مبارک کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے تھے کہ آگے نہ بڑھ جائے اور حضور فرما رہے تھے۔ انا النبی لاکذب۔ انا بن عبد المطلب۔ میں سچا نبی ہوں۔ اللہ کا پیارا ہوں، عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، دلائل النبوۃ)

امام ابن عساکر مصعب بن سینہ سے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر سواری مبارک کی لگام روکے ہوئے تھے اور حضرت عباس دمچی تھامے اور حضور فرما رہے تھے انا النبی لاکذب۔ انا بن عبدالمطلب میں ہی خاص نبی ہوں میں ہوں فرزند عبدالمطلب کا پسر صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بحوالہ شمول الاسلام) نیز امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن جریر حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جب کفار بہت قریب آ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری مبارک سے نیچے تشریف لائے اس وقت بھی یہی فرما رہے تھے انا النبی لاکذب، انا ابن عبدالمطلب اللھم انزل نصرك، میں ہوں نبی برحق سچا، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا۔ الٰہی اپنی مدد نازل فرما۔

پھر اپنے ہاتھ مبارک میں خاک کی ایک مٹھی لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا شاہت الوجوہ (بگڑ گئے چہرے) وہ خاک ان ہزاروں کافروں تک ایک ایک کی آن میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ ان کفار میں سے بعد میں جو مشرف بہ اسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس ﷺ نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں، ہمیں اس وقت یہ نظر آیا کہ آسمان سے زمین تک تانبے کی ایک دیوار کھڑی کی گئی ہے اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے تو ہمارے لئے سوائے بھاگنے کے اور کوئی راہ نہ تھی صلی اللہ تعالٰی علی الحق المبین سید المنصورین وآلہ و بارك وسلم تو بحکم احادیث مذکورہ و آیات قرآنیہ سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے تمام آباء وامہات مسلمین و مسلمات اور اللہ تعالٰی کے یہاں معظم و مکرم اور اس کے محبوب بندے تھے۔ والحمد للہ: یہ دلیل امام اہل سنت فاضل بریلوی نے افادہ فرمائی: فجزاہ اللہ عنی خیرا۔

مذهب الصلحاء في آباء المصطفىٰ

آیت نمبر 4:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ۔ الاية (البقرہ:128-129)

اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں ایک اُمت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما، بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان اے رب ہمارے اور بھیج ان میں

ایک رسول انہیں میں سے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام نے اطاعت و اخلاق میں زیادہ کمال کے حصول کے لئے اور توبہ تواضع کے طور پر اور اپنی اُمت و ذریت کو تعلیم کے لئے فرمائی۔ فیھم اور منھم میں ہم ضمیر کا مرجع امۃ مسلمۃ یعنی وہ رسول اسی اُمت مسلمہ میں پیدا فرما اور انہیں میں سے پیدا فرما چنانچہ امام جلال الدین محلی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ فیھم ای اھل البیت (رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) من انفسھم و قد اجاب اللّٰہ دعاء ہ ○ بمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم (ص 27) حاشیہ صاوی میں ہے۔ ای اھل بیت ابراھیم وھم ذریتہ (1 ص 55) یعنی ہماری اہل بیت اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہے۔ میں انہیں میں سے مبعوث فرما اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وہ دعا قبول فرمائی کہ آپ کی اولاد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ خیال رہے اس سے مطلق ذریت مراد نہیں بلکہ اولاد ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام میں سے امۃ مسلمہ مراد ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد الحسین البغوی متوفی 16ھ معالم التنزیل میں اور علامہ علاؤ الدین علی الخازن متوفی 725ھ لباب التاویل میں اور امام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی مدارک التنزیل میں اور علامہ اسماعیل حقی بروسوی متوفی 1137ھ روح البیان میں فرماتے ہیں وابعث فیھم ای فی الامۃ المسلمۃ من ذریت ابراھیم و اسماعیل علیہ السلام۔ رسول منھم ای مرسلا منھم (معالم التنزیل واللفظ لہ" ج 1 ص 111 وخازن 1-111 و مدارک ج۔ 2 ص 28 مع الاکلیل و روح البیان۔ 1۔ ص 236) اور بھیج ان میں یعنی ہماری اولاد میں (ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے مسلمانوں میں) ایک رسول انہیں میں سے لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اولاد اسماعیل علیہ السلام کے جس گروہ کے لوگوں میں پیدا ہوئے وہ ملت ابراہیمی پر تھے اور مسلمان تھے۔

آیت نمبر 5:

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝ (مریم 30-33)

(عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک میں ہوں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز، زکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک میں جیوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا اور رہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

اللہ تعالیٰ ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ارشاد فرما رہا کہ جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر جب وہ ایک دن یا 33 دن یا چالیس دن کے تھے۔ اپنی قوم کے پاس لائیں اور وہ لوگ صالحین تھے، بولے اے زُہد و تقویٰ میں ہارون مرد صالح کی شبیہ نہ تیرا باپ عمران بدکار تھا اور نہ تیری ماں تو بغیر شادی کے یہ بچہ کہاں سے لائی تو حضرت مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے پوچھو یہ کہاں سے آیا ہے۔ کہنے لگے جو پالنے میں بچہ ہے ہم اس سے کیسے بات کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت اپنی والدہ محترمہ طیبہ طاہرہ کا دودھ پی رہ تھے آپ نے ان کی یہ بات سن کر دودھ چھوڑ دیا اور بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دائیں دست مبارک کی سبابہ انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں یہ اقرار سب سے پہلے اس لئے کیا تا کہ آپ کو کوئی شخص

خدایا خدا کا بیٹا نہ کہے پھر فرمایا اللہ نے مجھے کتاب انجیل دی ہے اور مجھے نبی اور برکت والا اور اپنی والدہ سے حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے نماز اور تزکیہ نفس یا مالک نصاب ہونے کی صورت میں تاحیات زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور مجھے متکبر و نافرمان نہیں بنایا۔ اسی سے وہ تہمت بھی رفع ہو گئی جو آپ کی والدہ طیبہ پر لگائی جانے والی تھی کیونکہ یہ تمام اوصاف اللہ تعالیٰ کے کاملین اور ہر قسم کی رجس سے پاک بندوں کی ہیں پس جس کو اللہ تعالیٰ اس مرتبہ عظیمہ و اوصاف جمیلہ سے نوازتا ہے بالیقین اس کی ولادت اور اس کے آباء و امہات پورا نسب ہر قسم کے رجس سے نہایت پاک و طاہر ہوتا ہے۔ تبھی تو یہ اوصاف سن کر قوم مریم رضی اللہ عنہا کو حضرت مریم کی پاکیزگی و برات کا یقین ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ محترمہ کی واضح لفظوں میں اس بری تہمت سے برات بیان کرنے کی بجائے اس مرتبہ عظیمہ و اوصاف جمیلہ کے ذکر پر اکتفاء کر کے اس طرف واضح اشارہ کر دیا کہ لوگو اللہ کے نبی کے ماں باپ اور اس کا نسب ہر قسم کی برائی اور رجس سے طاہر ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نسب کا ہر قسم کی برائی سے پاک ہونا اور رجس سے پاک امم سابقہ میں متعارف تھا اس لئے بنی اسرائیل نے حضرت مریم کی برات کا یقین کیا لہٰذا اشارہ النص سے ثابت ہوا حضور سید الانبیاء والمرسلین کے جمیع آباء و امہات ہر قسم کے گناہ ورجس سے طاہر ہے۔ اس کے علاوہ ان آیات میں انبیاء کا علم غیب باعطاء الٰہی اور مبارک ہونا واضح ہے اور نبی کا ذکر ولادت اور ان پر قانون الٰہی کا نافذ ہونا اور موت کے بعد اٹھنے کا واضح بیان ہے۔ روح البیان میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے۔ اقر علی نفسه بالعبودية اول ماتکلم ردا علی من یزعم ابوية من النصاری و ازاله للتهمه عن الله مع افادة ازالة تهمة الزنی عن امه لانه تعالیٰ لا یخص الفاجره

بولد مثله (ج 5 ص 330) اقوال اللہ تعالیٰ یہ شرف فاجرہ کو عطا نہیں فرماتا تو کافرہ ومشرکہ کو کیونکر عطا فرماتا ہے۔ پس آباء و امہات مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا فسق و فجور اور کفر وشرک سے پاک ہونا ثابت ہوا۔ پھر صفحہ 331 پر ہے۔ فلما کلمهم عیسی بهذا الکلام ایقنوببراۃ امه وانها من اهل العصمة والبعد من الريبة" اور صاوی علی الجلالین میں ہے۔ وکل هذه الاوصاف تقتضي براه منه لان هذه اوصاف الکاملین المطهرين من الارجاس (ج 3 ص 31) اوراسی طرح معالم التنزیل وخازن میں ہے۔ (ج۔ 4 ص 245)

حضرت عبدالمطلب کے والد کا نام عمر اور لقب ہاشم ہے اور آپ کو ابوالبطحا و سید البطحا کہا جاتا تھا۔ قریش کے سردار تھے اور نہایت ہی سخی تھے۔ جب ماہ ذی الحجہ کا چاند نظر آتا تو آپ قریش کو یہ خطاب فرماتے تھے۔

اے معشر قریش تم عرب کے سردار ہو اور تم نہایت ہی دانا واہل عقل ہو اور تم اپنے نسب کے لحاظ سے سب سے فضیلت وشرف رکھتے ہو اور تم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے گھر کے متولی ہونے کا شرف بخشا ہے اور بنی اسماعیل میں سے کسی اور کو یہ شرف عطا نہیں فرمایا۔ تمہارے پاس اللہ کے گھر کی زیارت کرنے کو لوگ آتے ہیں۔ وہ اللہ کے مہمان ہیں۔ تم ان کی تعظیم کیا کرو اور اپنے پاک، طیب وحلال مال سے ان کی مدد کیا کرو۔ قسم بخدا۔ اگر میرا پاس اتنا مال ہوتا کہ میں اکیلا ان سب سے تعاون کرسکوں تو میں اکیلا ان سب کی مدد کرتا۔ تو قریش اپنے حلال مال سے آپ کے پاس دارالندوہ میں حسب توفیق جمع کراتے اور آپ حجاج کرام کی مدد کیا کرتے تھے۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 6)

امام شیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار البکری متوفی 966ھ ''المنتقی'' سے نقل کرتے ہیں کہ۔

وكان نور رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى وجهه يتوقد شعاعه ويتلالاضياء ولا يراه احد من الاحبار الا قبل يديه ولا يمر بشىء الاسجد اليه تفد اليه قبائل العرب و وفود الاحبار يحملون بناتهم الاحبار يعرضون عليه ليتزوج بهن حتى بعث اليه هرقل ملك الروم و قال ان لى ابنتالم تلد النساء اجمل منها ولا ابهى وجها فاقدم الى حتى ازوجكها فقد بلغني جودك و كرمك وانما اراده بذلك نور رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الموصوف عندهم فى الانجيل وكان هاشم يا بى وكان ينطلق الى جبل شهير يسال الله السماء (الى ان قال) فلم يزل هاشم كذلك حتى ارى فى منامه ان يز ـج سلمى بنت عمر و بن زيد بن لبيد بن خداش بن عامر بن غنم بن عدى بن النجار فهى نجاريه وثانية الجدات الابويات النبوية و كانت قبل هاشم تحت احيحة بن الجلاح فولدت له عمر و بن احيحة وهو اخو عبدالمطلب اسمه شيبه لامه وكانت فى زنمانها كخديجه فى زمانها لها عقل و حلم فولدت له عبدالمطلب اسمه شيبه الحمد و قيل عامر و فيه نور رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

(تاريخ الخميس فى احوال انفس نفيس جلد 1 صفحه 157، 158)

حضور اکرم ﷺ کا نور مبارک ان کے چہرے مبارک میں چمکتا تھا اور اس کی روشنی آپ کے چہرے میں دمکتی تھی، اور علماء میں سے جب کوئی انہیں دیکھتا تو

ان کے ہاتھ چومتا اور جب آپ کسی شے کے قریب سے گزرتے تو وہ آپ کو سجدہ کرتی اور قبائل عرب آپ کی طرف ہدیہ بھیجتے اور علماء کے وفود اپنی لڑکیاں آپ کی خدمت میں پیش کرتے کہ آپ ان سے نکاح کریں۔ حتیٰ کہ شاہ روم ہرقل نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میری لڑکی نہایت ہی خوبصورت ہے تو آپ میرے ہاں تشریف لائیں کہ میں آپ کا اس لڑکی سے نکاح کر دوں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نہایت ہی سخی و معزز و مکرم ہیں اور اس سے شاہ روم کا مقصد یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک اس کی لڑکی کی طرف منتقل ہو۔ جس کی صفت ان کی یہاں انجیل میں موجود تھی اور حضرت ہاشم انکار کرتے رہے اور جبل ثور کی طرف جا کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے (الی ان قال) تو آپ ہمیشہ ایسا ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ انہیں خواب میں بتایا گیا کہ حضرت سلمی بنت عمرو سے نکاح کریں یہ بنی بخار کی خاتون تھیں اور حضور ﷺ کی دوسری دادی ہیں اور وہ حضرت ہاشم سے پہلے احیحہ بن جلاح کے نکاح میں تھیں اور ان کے یہاں ان سے عمرو بن احیحہ پیدا ہوا تو وہ حضرت عبدالمطلب کا ماں کی طرف سے بھائی ہے اور حضرت سلمی اپنے زمانہ میں عقل و حلم کے اعتبار سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح تھیں۔ پھر حضرت ہاشم کے یہاں ان سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے ان کا نام شیبہ الحمد اور بقول بعض عامر ہے اور ان میں رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک منتقل ہوا۔

حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کی پانچ بیویاں تھیں۔ چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں حضرت ہاشم کی ازواج کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) سلمی بنت عمرو نجاریہ اور نجار کا نام تیم بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج ہے۔ حضرت سلمی کی والدہ کا نام عمیرہ بنت صخر بن الحارث بن ثعلبہ بن مازن بن النجار، عمیرہ کی والدہ کا نام سلمی بنت عبدالاشمل النجاریہ ہے۔ سلمی بنت عمرو حضرت

عبدالمطلب اور رقیہ کی والدہ ہیں۔

(2) قیلہ بنت عامر بن مالک الخزاعی۔

(3) ہند بنت عمرو بن ثعلبہ الخزرجیہ۔

(4) قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک خاتون تھیں، اس کا نام مذکور نہیں۔

(5) واقدہ بنت ابی عدی المازنیہ۔

حضرت ہاشم کی اولاد کے نام یہ ہیں۔

(1) عبدالمطلب (2) اسد، اور وہ فاطمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کے والد ہیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں (3) ابوصیفی، اس کا نام عمرو ہے (4) نضلہ۔ لڑکیوں کے نام یہ ہیں۔ (1) شفاء (2) خالدہ (3) صفیہ (4) رقیہ (5) حمنہ اور بقول ابن کثیر حیہ (السیرۃ النبویہ جلد 1 صفحہ 102) اسد کی والدہ قیلہ ہے اور ابوصیفی اور حمنہ کی والدہ ہند، اور نضلہ، و شفا کی والدہ بنی قضاعہ سے تھیں۔ خالدہ و صفیہ کی والدہ واقدہ ہے۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 158) آپ کی وفات شام کی طرف سفر کرتے ہوئے مقام غزہ پر ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر بیس یا چوبیس یا پچیس سال تھی۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 6)

حضرت ہاشم کے والد عبدمناف ہیں۔ عبدمناف کا نام مغیرہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے جد (دادا) اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے چوتھے جد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نوویں (۹) جد ہیں۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 7)

آپ کی کنیت ابوعبدشمس ہے۔ نہایت ہی حسین و جمیل تھے۔ اسی وجہ سے انہیں قمر (چاند) کہا جاتا تھا۔ قریش کے سردار تھے۔ حضرت زبیر موسیٰ بن عقبہ سے راوی ہیں کہ عبدمناف کی وفات کے بعد بیت اللہ کے قریب ایک پتھر کے نیچے ایک مکتوب پایا گیا جس میں لکھا تھا۔ انا المغیرہ بن قصی امر بتقوی اللّٰہ و

صله الرحم یعنی میں مغیرہ بن قصی حکم دیتا ہوں اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کا۔

امام واقدی سے منقول ہے کان نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عبدمناف وکان فی یدہ لواء نزار و قوس اسماعیل، کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک عبدمناف میں تھا اور ان کے ہاتھ میں حضرت نزار کا جھنڈا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کمان تھی۔

اور عبدمناف کے پانچ بیٹے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (1) عمرو (2) ہاشم (3) عبدشمس (4) مطلب (5) نوفل اور بقول بعض حضرت عمرو اور ہاشم ایک ہے۔ تو ان کے نزدیک عبدمناف کے چار بیٹے ہوئے اور عبدمناف کی بیٹیاں یہ تھیں۔ (1) ضرر (2) قلابہ (3) حبیبہ (4) ریطہ (5) اُم الاخثم (6) اُمِ سفیان اور بعض نے ابنائے عبدمناف میں ابوعمرو کو بھی شمار کیا ہے۔

عبدمناف کی تین بیویاں تھیں، ایک عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن فالج بن زکوان سلیمہ۔ اس سے نوفل اور ریطہ اور بقول بعض ابوعمرو کے علاوہ باقی تمام بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور نوفل، واقدہ بنت عمرو المازنیہ سے اور ابوعمرو ریطہ قبیلہ بنی ثقیف کی ایک عورت سے پیدا ہوئے۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 156) اور حضرت عبدمناف کے والد قصی ہیں اور ان کا نام زید ہے۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قصی کا نام یزید ہے اور انہیں مجمع قریش کہا جاتا تھا۔ قصی بروزن فعیل بعید کے معنی میں ہے۔ کیونکہ حضرت قصی کے والد کا انتقال ان کے بچپن میں ہو گیا تھا تو ان کی والدہ نے ربیعہ بن حزام اور بقول بعض خرام بن ربیعہ العذری سے نکاح کیا اور ان کے ہمراہ شام کی جانب حضرت قصی کو ساتھ لے کر چلی گئیں تو قصی اس طرح اپنی قوم سے دور ہو گئے۔ جب وہ بڑے ہوئے تو ان کا اپنے سوتیلے بھائیوں سے تنازعہ ہو گیا اور انہوں نے ان سے کہا کہ تو اپنی قوم اپنے وطن

چلا جا تو ہماری قوم سے نہیں ہے، تو حضرت قصی نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرا وطن کونسا ہے اور میں کس قوم سے ہوں۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ تیرا وطن ان کے وطن سے اور تیری قوم ان کی قوم سے بہتر ہے اور تیرا باپ ان کے باپ سے زیادہ عزت والا ہے۔ تو کلاب بن مرہ کا بیٹا ہے۔ تیری قوم بیت اللہ کے قریب مکہ معظمہ میں رہائش پذیر ہے۔ بچپن میں تجھے ایک کاہنہ نے دیکھ کر مجھے کہا تھا کہ تیرا یہ بیٹا اپنی قوم کا سردار ہوگا۔ جب حج کا مہینہ آئے تو بنی قضاعہ کے حاجیوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں چلے جانا۔ جب ایام حج آئے تو حضرت قصی حجاج بن قضاعہ کے ساتھ مکہ شریف چلے آئے۔ بنی قضاعہ نے آپ کی بہت قدر کی اور آپ کو اپنا سردار بنایا۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 7)

حضرت عبد مناف کی والدہ قبیلہ بنی سلیم اور بقول بعض بنی خزاعہ سے تھیں۔

حضرت قصی کے چار بیٹے اور دو لڑکیاں تھیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) عبد مناف (ان کا نام مغیرہ) (2) عبد الدار (3) عبد العزیٰ (4) (عبد قصی) اور بیٹیوں کے نام (1) تخمر (2) برہ، حضرت عبد مناف ان میں سب سے بڑے تھے۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 155) حضرت قصی قریش کے سردار تھے۔ قریش اپنے تمام امور ان کے مشورہ سے ہی انجام دیتے تھے اور انہوں نے قبیلہ بنی خزاعہ سے جنگ کی اور قریش کے تمام قبائل کو جمع کیا اور ان سے کہا قریش اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنایا۔ لہٰذا بیت اللہ کے متولی ہونے کے حقدار قریش ہیں۔ قریش نے ان سے اتفاق کیا اور بنی خزاعہ سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور حضرت قصی بیت اللہ کے متولی مقرر ہوئے۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 155) اور قصی نے قریش کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا اور آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص نے لئیم کی عزت کی تو وہ لئیم ہونے میں اس کا شریک ہے اور جس شخص

نے بری شے کو اچھا سمجھا وہ خود اس کا مرتکب ہو گا اور جس شخص کی اصلاح عزت و کرامت نہ کرے یعنی جو عزت و کرامت کی وجہ سے اپنی اصلاح نہ کرے تو ذلت اس کی اصلاح کر دے گی اور جو شخص اپنی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ سے زیادہ طلب کرے تو وہ محروم ہو جائے گا اور فرمایا کرتے تھے کہ حسد انسان کا پوشیدہ دشمن ہے اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ شراب سے پرہیز و اجتناب کرنا کہ شراب مقوی بدن ہے لیکن یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 13) امام ابن کثیر اپنی کتاب ''السیرۃ النبویہ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت قصی حج کعبہ کے بعد قریش کو جمع کر کے وعظ فرماتے اور انہیں اشہر حرم یعنی ماہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں جنگ و جدال سے منع فرماتے تھے (جلد 1 صفحہ 96)

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قریش کو جمع کرنے والے حضرت قصی ہیں لہٰذا قریش وہی ہوں گے جو حضرت قصی کے زمانہ میں تھے اور ان کی اولاد ہی قریش ہو گی اور جو ان کے اوپر (کلاب مرہ وغیرہ) کی اولاد سے ہو وہ قریشی نہیں ہو گا۔ اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں، کہ یہ قول باطل ہے بلکہ یہ قول بعض رافضیوں کی طرف منسوب ہے کیونکہ اگر اس قول کو درست تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قریش میں سے نہیں، اس لئے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو امامت عظمیٰ اور خلیفہ المسلمین ہونے کا کوئی حق نہیں تھا۔ کیونکہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے، الائمہ من قریش کہ ائمہ اور خلفاء المسلمین قریش سے

ہوں گے کیونکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک میں حضرت قصی کے بعد حضرت مرہ میں جمع ہوتے ہیں اور تیم بن مرہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان پانچ آباء کا واسطہ ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک میں حضرت کعب میں جمع ہوتے ہیں اور حضرت کعب اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان سات آباء کا واسطہ ہے۔

...... بن برہان الدین شافعی رحمہ اللہ علیہ اس قول کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهو قول باطل لانه توصل به الى ان لايكون سيدنا ابوبكر و سيدنا عمر رضی اللہ عنہ من قريش فلاحق لهما فى الامامه العظمى التى هى الخلافه لقوله صلی اللہ علیہ وسلم الائمه من قريش۔ (انسان العيون معروف به سيرت حبلبيه جلد 1 صفحه 15)

حضرت قصی کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل بن عزرہ ہے۔ یہ خاتون پہلے حضرت حکیم کے نکاح میں تھیں۔ ان کے یہاں اس سے دو بیٹے ہوئے، ایک زہرہ اور دوسرے قصی۔ جب حضرت حکیم کا انتقال ہوا تو اس وقت زہرہ نوجوان تھے اور قصی فطیم (دودھ پیتے بچے) تھے۔ حکیم کے انتقال کے بعد بنی قضاعہ کے کچھ لوگ حج کرنے کی نیت سے مکہ معظمہ میں چلے آئے۔ اس قافلہ میں ربیعہ بن خرام بن ضبہ بن عبد کبیر بن عزرہ بھی تھے تو وہاں (مکہ) ربیعہ بن خرام نے فاطمہ بنت سعد سے نکاح کر لیا اور حج کے بعد فاطمہ بنت سعد کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے گئے۔ زہرہ مکہ شریف میں ہی رہے اور قصی چونکہ بچے تھے اس لئے فاطمہ بنت سعد انہیں ساتھ لے گئیں۔ ربیعہ بن خرام کے یہاں اس سے رزاح پیدا ہوئے اور ربیعہ کے کسی اور بیوی سے تین بیٹے تھے۔ ان کے نام حسن، محمود، جلمہ ہیں۔ حضرت قصی قریش میں سب سے بڑے عالم تھے اور حق پر

قائم رہتے تھے نہایت ہی خوبصورت تھے۔ امام حسین بن محمد بن حسن الدیار البکری متوفی 966ھ ارشاد فرماتے ہیں ''فخرج قصی شاھا جمیلا (الی ان قال) و عالم قریش و اقومھا بالحق) بنی خزیمہ کے بعد قریش میں سب سے پہلے بیت اللہ کے متولی ہوئے، (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 154) اور سعد بن سیل حضرت قصی کے نانا وہ شخص ہیں جس نے تلوار کو سونے اور چاندی سے مزین کیا اور اس نے کلاب بن مرہ کو دو تلواریں ہدیہ میں دیں جو انہوں نے کعبہ معظمہ میں رکھ دیں، اور وہ قبیلہ بنی ازد سے تعلق رکھتے تھے اور یمنی تھے ان کے والد کا نام خیر عرف سیل ہے چونکہ وہ دراز قد تھے اس لئے انہیں سیل کہا جاتا ہے ان کا نسب یہ ہے۔ خیر بن حمالہ بن عوف بن غنم بن عامر الجادر بن عمرو بن خثعمہ بن یشکر بن مبشر بن صعب بن دھمان بن نصر بن الازد۔

عامر کو جادر اس لئے کہا جاتا تھا کہ جب بنی جرھم بیت اللہ کے متولی تھے تو اس دور میں یہ عامر کعبہ معظمہ کی دیواروں کی اصلاح کیا کرتے تھے اور ان کی دیکھ بھال رکھتے تھے۔ حضرت قصی کی والدہ حضرت فاطمہ ازدیہ نبی کریم ﷺ کی دادیوں میں پانچویں نمبر پر ہیں، جب ان سے حضرت قصی پیدا ہوئے تو نبی کریم ﷺ کا نور مبارک ان میں منتقل ہوا چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے۔

وفیہ نور ﷺ (تاریخ الخمیس فی احوال نفس جلد 1 صفحہ 153) حضرت قصی کے والد کا نام حکیم، اور وہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی والدہ کے جد ثالث (تیسرے دادا) ہیں حضور اکرم نور مجسم فخر دو عالم سید الانبیاء والمرسلین علیہ وآلہ التحیۃ والتسلیم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب حضرت حکیم کلاب میں مل جاتا ہے، ان سے آگے والدین کریمین کا سلسلہ نسب ایک ہے۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 15) حضرت حکیم کی والدہ کا

نام نعمی اور بقول امام ابن اسحٰق ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہے تو وہ کنانہ تھیں اور نبی کریم ﷺ کی جدہ سادسہ ابویہ ہیں یعنی چھٹی دادی ہیں، حضرت حکیم کے دو بھائی تھے۔ (1) تیم (2) یقظہ یقظہ کی والدہ بارق الاسد یمنی قبیلہ سے تھیں اور تیم کی والدہ ہند بنت سریر بن کلاب تھیں۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 153)

ایک سوال اوراس کا جواب

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء مؤمنین صالحین اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تھے بلکہ جن کے ایمان کی صراحت احادیث میں وارد ہوئی وہی مومن تھے اور جن کے ایمان کی صراحت احادیث و آثار صحابہ میں وارد نہیں ہوئی وہ مؤمن نہ تھے اور حضرت عبدالمطلب و حضرت مرہ کے درمیان نبی کریم ﷺ کے چار آباء ہیں جن کے مؤمن ہونے کی کوئی ......نہیں اور وہ کلاب، قصی، عبدمناف، (مغیرہ) اور ہاشم ہیں، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

...... بینه و بین عبدالمطلب اربعه آباء وهم کلاب وقصی وعبد مناف و هشام (هاشم) ولم اظفر فیهم لا بهذا ولا بهذا۔ (مسالك الحنفاء صفحه 39)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کے ایمان کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو مؤمن نہ سمجھا جائے گا تو ان کے کفر و شرک کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو کافر و مشرک بھی نہ سمجھا جائے گا، اور ان چار حضرات سے کفر و شرک کے صدور کی کوئی صراحت نہیں صرف اس لئے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مؤمن

ہونے کی صراحت نہیں ملی یا ان کے مؤمن ہونے کی صراحت نہیں ہے کافر و مشرک کہہ دنیا غلط اور حقیقت کے برعکس ہے۔

کہ آپ کے والدین کریمین مؤمن، صالح، تھے ہرگز کافر و مشرک نہیں تھے کیونکہ کافر وہ ہوتا ہے جس سے کفر سرزد ہوا اور مشرک وہ ہوتا ہے جس سے شرک صادر ہو لہٰذا جب تک کسی سے کفر و شرک کے صادر ہونے کی دلیل نہ پائی جائے تو قطعاً اسے کافر و مشرک کہنا درست نہیں، اور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین سے کفر سرزد ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی لہٰذا یقیناً وہ مومن صالح ہی تھے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا، اگر کوئی انصاف کی نگاہ سے دیکھے تو نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے مؤمن ہونے کی اس سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی امام اہل سنت کی بیان کردہ اس دلیل کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یقین سے ثابت ہوگا کہ نبی کریم ﷺ کے یہ چار آباء بھی مؤمنین صالحین ہی تھے۔ کیوں کہ ان سے بھی کفر و شرک کے صادر ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ کے آباء و امہات بھی مومن ہی تھے، نیز یہ کہ یہ سب اہل بیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ارشاد باری تعالیٰ اللہ اہل بیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے نجس کو دور کرنے اور انہیں پاک کرنے کا ارادہ ہی رکھتا ہے کہ تلاوت کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: فانا واهل بيتي مطهرون من الذنوب۔ (سیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 1 صفحہ 193) ”کہ میں اور میرے اہل بیت سب گناہوں سے پاک ہیں“ اور حضرت مغیرہ (عبد مناف) کے متعلق مروی ہے کہ ان کی وفات کے بعد کعبہ معظمہ کے قریب ایک پتھر کے نیچے سے ایک مکتوب نکلا جس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

انا المغيرة بن قصي آمر بتقوى الله وصله الرحم۔ (تاریخ الخمیس جلد

1 صفحہ 156) ''کہ میں مغیرہ بن قصی اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔''

اور سب اہل دانش جانتے ہیں کہ تقویٰ شرک کے منافی ہے بلکہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہی یہ ہے کہ کفر و شرک نہ کیا جائے، لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ حضرت مغیرہ (عبد مناف) مومن، صالح اور اللہ کے محبوب بندے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنی اولاد کو تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم فرماتے تھے لہٰذا ان کے بیٹے حضرت ہاشم بھی مؤمن ہوں گے، اور حضرت مغیرہ کے متقی و پرہیز گار ہونے سے یہ واضح ہے کہ ان کے والد حضرت قصی بھی متقی تھے کیونکہ عادۃ یہ ناممکن ہے کہ والدین کافر و مشرک ہوں اور اولاد کسی ہادی و رہنما کی ہدایت و رہنمائی کے بغیر متقی و پرہیز گار ہو اور ظاہر ہے کہ وہ زمانہ فترۃ تھا۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہادی مبعوث نہ ہوئے تھے اور حضرت حکیم (کلاب) بھی متقی پرہیز گار تھے کیونکہ ان کے والد حضرت مرہ مؤمن صالح اور پرہیز گار تھے اور اپنی اولاد کو تقویٰ و پرہیز گاری کا سبق دیتے تھے۔

حضرت حکیم کے والد کا نام مرہ ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے اور سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جد سادس ہیں اور امام مالک امام دار الہجرۃ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب حضرت مرہ میں نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک کے ساتھ جمع ہوتا ہے، ان سے آگے حضور اکرم ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وسیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کا نسب ایک ہی ہے۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 15) اور حضرت مرہ بھی مؤمن صالح تھے کیونکہ ان کے والد نے ان کو مؤمن رہنے کی وصیت فرمائی تھی، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں۔

ووالده مره بن كعب الظاهر انه كذلك لان اباه اوصاه بالايمان

(صفحہ 39)

حضرت مرہ کی والدہ کا نام وحشیہ بن شیبان بن محارب فہمیہ، قبیلہ بنی فہم سے تعلق رکھتی تھیں اور نبی کریم ﷺ کی جدہ سابعہ ابویہ (ساتویں دادی) ہیں، حضرت مرہ کے دو بھائی تھے۔

(1) ہصیص (2) عدی: ان کی والدہ بھی حضرت وحشیہ تھیں اور بقول بعض عدی کی والدہ کا نام حبیبہ بنت بجالہ بن سعد بن فہم بن عمرو بن قیس بن غیلان بن مضر بن نزار ہے، وہ بھی فہمیہ تھیں۔ (از تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 153)

حضرت مرہ کے والد گرامی کا نام کعب ہے اور وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جد ثامن (آٹھویں دادا) ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دور میں تھے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا اس وقت اس کی عمر شریف 33 سال 3 ماہ تھی۔ امام زین الدین مظفر ابن الوردی متوفی 749ھ اپنی کتاب "تتمہ المختصر فی اخبار البشر" میں لکھتے ہیں۔ وعاش المسیح الی ان رفع ثلاثا و ثلاثین سنة و ثلاثه اشھر (جلد 1 صفحہ 42 طبع نجف) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تقریباً پانچ سو پینتالیس (545) سال بعد نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ چنانچہ امام ابن الوردی متوفی 729ھ فرماتے ہیں۔

وكان بين رفع المسيح و مولد النبي صلى الله عليه وسلم خمسائه و خمس واربعون سنه تقريبا۔

(المختصر فی اخبار البشر جلد 1 صفحہ 42)

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات کے پانچ سو بیس سال بعد (520) نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی انسان العیون میں اور امام حسین بن محمد بن الدیار البکری تاریخ الخمیس میں لکھتے

ہیں۔

وكان بين موته (الكعب) و الفيل فيما ذكروا خمس مائه سنه و عشرون سنه كذا في الاكتفاء۔ وقال الحلبي۔ الحق ان الخمس مائه و عشرين انما هي بين موت كعب و الفيل الذی هو مولده صلى الله عليه وسلم كما ذكره ابونعيم في الدلائل النبوة۔ اقول قد رايت دلائل النبوه للامام ابی نعيم فما وجدت فيه هذا صراحه الاانه فيه۔ وكان بين موت كعب ابن لوئي وبين مبعث النبي صلى الله عليه وسلم خمس مائه وستون سنه۔ (دلائل النبوه جلد 1 صفحه (90)

وكذا نقله عنه الامام جلال الملة والدين السيوطی رحمة الله عليه في كتابه۔ (الخصائص الكبری جلد 1 صفحه 49)

اس طرح نبی کریم ﷺ کی بعثت حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات کے پانچ سو ساٹھ سال بعد ہوئی۔ اسی طرح دلائل النبوہ میں امام ابونعیم اور الخصائص الکبریٰ میں امام سیوطی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔ نیز امام حلبی اور امام دیار بکری اور امام ابن کثیر اور قاضی ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں۔

وكان بينه و بين مبعثه صلى الله عليه وسلم خمس مائه وستون سنه۔

(از سیرہ حلبیه جلد 1 صفحه 16، تاریخ خمیس جلد 1 صفحه 153) (سیرہ النبویه جلد 1 صفحه 167، تفسیر مظهری جلد 1 صفحه 278)

اور آقائے دو جہاں ﷺ کی بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے پانچ سو پچاسی (585) سال بعد ہوئی۔ مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا

ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے پچیس (25) سال بعد ہوئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تفصیل درج ہے۔

پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مریم رضی اللہ عنہا تیرہ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حاملہ ہوئیں پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے بعد انہیں ساتھ لے کر اپنے چچا زاد بھائی یوسف النجار بن یعقوب بن ماثان کے ہمراہ مصر چلی گئیں اور وہاں بارہ سال رہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ رہے، پھر اٹھارہ سال ملک شام ناصرہ کے مقام پر پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اردن اور وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین سال تین ماہ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نو سال تین ماہ رہیں اور اس کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (تاریخ ابن الوردی جلد 1 صفحہ 40 تا 42)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ مؤمن، صالح، متقی، عالم اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، ان کے ولی ہونے، مومن و صالح ہونے کی دلیل یہ ہے جو امام فقیہ محدث ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن الخثعمی السہیلی متولد فی بلد مالقہ 508ھ متوفی فی مصر 581ھ نے اپنی کتاب "الروض الانف" اور امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ نے مسالک الحنفاء والدرر المنیفہ اور التعظیم والمنہ اور السبل الجلیہ میں اور امام حلبی متوفی 1044ھ نے انسان العیون میں اور امام دیار بکری متوفی 966ھ نے تاریخ الخمیس اور قاضی ثناء اللہ عثمانی متوفی 1225ھ نے تفسیر مظہری میں بیان فرمائی۔

کعب بن لؤی اول من جمع یوم العروبہ و قیل ھو اول من سماھا الجمعہ، فکانت تجتمع الیہ قریش فی ھذا الیوم

فيخطبهم ويذكرهم ببعث النبي صلى الله عليه وسلم ويعلمهم انه من ولده و يامرهم باتباعه و الايمان به۔

(الروض الانف جلد 1 صفحه 6) (مسالك الحنفاء صفحه 38) (الدرر المنيفه صفحه 12) (التعظيم و المنه صفحه 51) (السبل الجليه صفحه 16) (سيرت حلبيه جلد 1 صفحه 15) (تاريخ الخميس في احوال انفس نفيس جلد 1 صفحه 152) (تفسير مظهري جلد 9 صفحه 278)

سب سے پہلے حضرت کعب بن لوی نے عروبہ یعنی رحمت کے دن (جمعہ کے دن کیوں کہ اسلام سے پہلے قریش جمعہ کے دن کو یوم العروبہ رحمت کا دن کہتے تھے) جمع کیا، اور بعض کے نزدیک سب سے پہلے اس دن کا نام حضرت کعب بن لوئی نے یوم الجمعہ رکھا، اس دن میں قریش ان کے یہاں جمع ہوتے تھے تو آپ قریش کو خطاب فرماتے اور ان کو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بارے میں بتاتے اور یہ کہ وہ نبی معظم ﷺ ان کی (کعب کی) اولاد سے ہوں گے اور قریش کو حکم فرماتے کہ اگر وہ نبی مکرم ﷺ تمہارے زمانہ میں تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی اتباع و پیروی کرنا۔

اور حدیث شریف میں ہے، امام الحافظ الکبیر ابونعیم الاصبہانی متوفی 430ھ دلائل النبوہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے راوی اور امام ابواسماعیل بن کثیر متوفی 747ھ السیرۃ النبویہ میں ان سے ناقل اور امام ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی علیہ الرحمہ متوفی 911ھ الخصائص الکبریٰ میں اور مسالک الحنفاء والدرر المنیفہ والتعظیم والمنہ والسبل الجلیہ میں امام ابونعیم اور امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی متوفی 450ھ کی کتاب ''اعلام النبوہ'' کے حوالہ سے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضرت کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک جمعہ کے دن قریش کو جمع کرتے۔ کان کعب بن

لؤی بن غالب بن فهربن مالك يجمع قومه يوم الجمعه "عربه" فيخطبهم فيقول اما بعد فاسمعوا و تعلموا وافهموا واعلموا، ليل سماج ونهار ضاح، والارض مهاد، والسماء بناء والجبال اوتاد، والنجوم اعلام والاولون كالاخرين والانثى والذكر والزوج الى بلى صائرين فصلوا ارحامكم، واحفظوا اصهاركم، وثمر و اموالكم فهل رايتم من هالك رجع، اوميت نشر، الدار امامكم زينوه وعظموه و تسكوابه، فسياتى له نباء عظيم، و سيخرج منه نبى كريم، ثم يقول نهار وليل كل اودب حادث، سواء عليها ليلها و نهارها، يؤ وبان بالاحداث حين تاوبا، و بالنعم الضافى علينا ستورها على غفله يا تى النبى محمد، فيخبر اخبارا صدوقا خبير ها، ثم يقول والله لو كنت فيها ذا سمع و بصرويد ورجل لتنصبت فها تنصب الجمل، ولار قلت فيها ارقال الفحل، ثم يقول ياليتنى شاهد فحواء دعوته، حين العشيره تبغى الحق خذلانا۔

(دلائل النبوه جلد 1 صفحه 90) (والخصائص الكبرىٰ جلد 1 صفحه 167) (ومسالك الحنفاء صفحه 38) (الدرج المنيفه صفحه 12) (التعظيم والمنة صفحه 51) (السبل الجليه صفحه 16) (سیرت حلبیه جلد 1 صفحه 25)

کہ حضرت کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک جمعہ کے دن قریش کو جمع کرتے، اور قریش جمعہ کے دن کا "عربہ" نام رکھتے تھے تو حضرت کعب قریش کو خطاب فرماتے اور کہتے اما بعد، پس خوب توجہ سے سنو اور جان لو اور سمجھ لو کہ رات اندھیری ہے اور دن روشن ہے اور زمین فرش ہے اور آسمان چھت ہے اور پہاڑ زمین کی میخیں ہیں اور ستارے علامات ہے اور اولین آخرین کی مانند ہیں، اور مذکر

و موئنث فنا ہونے والے ہیں، (ساری مخلوق فنا ہونے والی ہے) تو صلہ رحمی اور اپنے سسرالی رشتے کی حفاظت کرو اور (اللہ کی راہ میں خرچ کر کے) اپنے مالوں کو بڑھاؤ کیا تم نے دیکھا کہ کوئی ہلاک ہونے والا واپس آیا ہو کوئی مردہ زندہ ہوا ہو تمہارا (حقیقی) گھر تمہارے سامنے ہے اور حقیقت اس کے برعکس ہے جو تم کہتے ہو اپنے حرم کی زینت رکھو اور اس کی تعظیم کرو اور اس کے ساتھ وابستہ رہو کہ اس حرم میں عظیم خبر آئے گی اور اس میں نبی کریم ﷺ پیدا ہوں گے، پھر یہ اشعار پڑھتے تھے کہ دن، رات ہر واپس آنے والا (متغیر ہونے والا) حادث (فانی) ہے، برابر ہے اس پر (زمین پر) دن اور رات لوٹتے ہیں (دن اور رات) نئے واقعات کے ساتھ (یعنی ہر دن، رات نئے واقعات پیش آتے ہیں، جب وہ (دن رات) واپس لوٹیں، اور (اللہ کی) نعمتیں جو ہمارے پاس مہمان کی طرح ہیں کا ہم پر پردہ ہے (یعنی دن اور رات نئے واقعات و حادثات کے باوجود ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شامل حال ہیں) غفلت کے زمانہ میں نبی کریم ﷺ جن کا نام مبارک محمد ﷺ ہوگا تشریف لائیں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی باتیں بتائیں گے پھر ارشاد فرماتے قسم بخدا اگر میں اس میں (غفلت) کے زمانہ میں آنکھ، کان، ہاتھ پاؤں والا ہوتا (یعنی میں زندہ ہوتا اور تندرست ہوتا) تو میں ضرور ان کی مدد کے لئے قوی اونٹ کی طرح کھڑا ہوتا اور میں تیز فحل کی طرح ان کی مدد میں تیزی کرتا (یعنی میں نبی مکرم ﷺ کی بعثت کے دور میں ہوتا تو بڑی قوت اور بڑی تیزی کے ساتھ ان کی مدد کرتا۔ پھر ارشاد فرماتے اے کاش کہ میں ان کی دعوت کے وقت موجود ہوتا۔ (یعنی جب وہ نبی کریم ﷺ اپنی قوم کو توحید الٰہی کی دعوت دیں گے تو اے کاش میں اس وقت موجود ہوتا) جبکہ میری اولاد حق کو رسوا کرنا چاہے گی اس حدیث شریف سے واضح ہوا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ

کی بعثت کو حق جانتے اور آپ کے دین دین اسلام کو حق سمجھتے تھے اور قریش کو آپ کی پیروی کا حکم فرماتے تھے۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مؤمن صالح اور اللہ تعالیٰ کے ولی ہونے کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنے دور میں سب سے بلند مرتبہ تھے اسی لئے ان کا نام کعب رکھا گیا کیونکہ کعب کا معنی ہے، بلند، (سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 25) جس دن حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور آپ کو شہید کیا گیا اس وقت آپ کعبہ معظمہ کے قریب نماز میں مشغول تھے اور منجنیق پتھروں سے بھرا آپ کے کانوں سے گزر جاتا تھا اور آپ بالکل ادھر ادھر توجہ نہ فرماتے تھے، امام سہیلی، الروض الانف، میں لکھتے ہیں۔

وجاء فی خبر ابن الزبیر انه کان یصلی عند الکعبه یوم قتل وحجارة المنجنیق تمر باذنیه وهولا یلتفت کانه کعب رائب۔ (جلد 1 صفحہ 6)

اس حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے اور موحد تھے، بلکہ احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کعب سمیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مومنین صالحین اور اپنے دور کے تمام بنی نوع، انسان سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ افضل و اعلیٰ اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر ہم پوری تفصیل سے یہ بیان کریں گے انشاء اللہ العزیز پھر قارئین کو کوئی تشنگی ہرگز محسوس نہ ہو گی اور آباء مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ایمان کا مسئلہ اظہر من الشمس ہو گا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں۔

ان آباء النبی صلی اللہ علیه وسلم من عهد ابراهیم علیه

السلام الی کعب بن لؤی کانوا کلهم علی دین ابراهیم علیه السلام (مسالك الحنفاء صفحه 39) وقال فی الدرج المنیفه ان اجداده صلی الله علیه وسلم من ابراهیم علیه السلام الی کعب بن لؤی وولده مرة منصوص علی ایمانهم (صفحه 14)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پانچ بھائی اور تھے ان کے نام یہ ہیں۔

(1) عامر (2) اسامہ (3) عوف (4) سعد (5) خزیمہ

عامر کے علاوہ دیگر چار کی والدہ کا نام ماویہ بنت کعب بن الیقین بن جسر بن قضاعہ اور عامر کی والدہ کا نام مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر اور بقول بعض مخشیہ بنت النمر بن قاسط ہے اور وہ بنی ربیعہ سے تعلق رکھتی تھیں اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمی بنت محارب فہمیہ یا فہریہ ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھویں دادی ہیں۔ تاریخ الخمیس میں ہے۔ فتزوج لؤی بن فهر سلمی بنت محارب من فهم اوفهر الخط فی الاصل توهم فهی فهمیه او فهریه و ثامنة الجدات النبویات فولدت کعبا۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحه 152)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے والد کا نام لؤی ہے اور حضرت لؤی کے ایک بھائی تھے ان کا نام یتیم تھا اس کی قوم کو بنو الازم کہا جاتا ہے، حضرت لؤی کی والدہ کا نام بقول امام ابوبکر یا ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی تابعی تھے اور عظیم محدث، حافظ اور اخباری تھے ان کی وفات بغداد شریف 151ھ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین جلد 9 صفحہ 44 و تذکرہ الحفاظ جلد 1 صفحہ 172) سلمی بنت عمرو الخزاعی

ہے۔ اور امام ابوعبد اللہ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام القرشی، الاسدی، الزبیری قاضی مکہ شریف متوفی 256ھ مرآۃ الجنان میں ہے کہ ان کی وفات 156ھ میں ہوئی، یہ زبیر بن بکار امام ابومحمد محدث، فقیہ، سفیان بن عیینہ بن میمون الہلالی الکوفی، المکی کے شاگرد ہیں،

خود امام یافعی رحمہ اللہ اسی مقام پر لکھتے ہیں۔

روی عن ابن عیینہ اور امام ابن عیینہ کی ولادت پندرہ شعبان 107ھ کوفہ میں ہوئی اور وفات پندرہ شعبان 196ھ میں ہوئی۔ (معجم المؤلفین جلد 4 صفحہ 235)

اور حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ امام ابوعبد اللہ، محدث، حافظ، عارف بعلوم الحدیث مفسر، مؤرخ، محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی صاحب سنن کے شیخ ہیں۔

چنانچہ خود امام ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافعی الیمنی المکی متوفی 768ھ لکھتے ہیں۔

وروی عنہ ابن ماجہ القزوینی (مرآۃ الجنان جلد 2 صفحہ 167)

اور امام ابن ماجہ القزوینی 209ھ میں پیدا ہوئے اور 23 رمضان المبارک 273ھ میں وفات پائی۔ (معجم المؤلفین جلد 12 صفحہ 115)

حضرت زبیر بن بکار کے سن وفات میں غلطی مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلی بیروت 1390ھ کے متن میں ہے، اور متن کے حاشیہ میں، 256ھ ہی لکھا ہے، حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 82 سال تھی، کے نزدیک حضرت لؤی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت یخلد بن النضر ہے۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 152)

ایک اور قول میں یہ ہے کہ حضرت لؤی کی والدہ کا نام وحشیہ بنت مدلج بن مرہ بن عبد مناف بن کنانہ ہے وہ کنانیہ تھیں۔ امام دیار بکری "الاکتفاء" کے حوالہ

سے لکھتے ہیں۔

فتزوج غالب وحشیه بنت مدلج بن مره بن عبدمناف بن کنانه فهي کنانیه و تاسعه الجدات النبویات فولدت له لؤیا۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحه 152) حضرت لؤی کے والد کا نام حضرت غالب رضی اللہ عنہ ہے، حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) محارب (2) حارث (3) اسد

بہن کا نام جندلہ ان سب کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ اور حضرت غالب کی والدہ سلمیٰ بنت سعد ابن ہذیل الهزیۃ ہیں۔ تاریخ الخمیس میں ہے۔ ولقبه فهر فتزوج سلمی بنت سعد ابن هذیل فهي هذلیه وعاشره الجدات النبویات فولدتا له غالبا۔ حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے والد کا نام فہر اور لقب قریش اور بعض کے نزدیک نام قریش اور لقب فہر ہے۔ امام عبدالرحمٰن سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ''روض الانف'' میں لکھتے ہیں۔ واما فهر فقد قیل انه لقب واسمه قریش، و قیل بل اسمه فهر و قریش لقب له (جلد 1 صفحه 7) تاریخ خمیس میں ''الاکتفاء'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کی والدہ نے ان کا نام قریش رکھا اور ان کا لقب فہر رکھا (جلد 1 صفحہ 152) حضرت فہر کی والدہ کا نام جندلہ بنت حارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرھمی یہ جرھمیہ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں دادی ہیں، امام دیار بکری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

وتزوج مالك جندله بنت الحارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرهمي فهي جرهمیه

وحاديه عشره من الجدات النبويات فولدت له فهرا۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 152)

اور یہ فہر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے چھٹے دادا ہیں، سیرت حلبیہ میں ہے۔

وفهر هذا هو الجدالسادس لا بی عبیدہ بن الجراح۔

اکثر علماء کے نزدیک ان کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے، ان سے اوپر مالک نضر وغیرہما کی اولاد کو قریش نہیں کہا جاتا ہے اور امام زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ قریش وغیرہم میں نسب کا علم رکھنے والوں کا اجماع واتفاق ہے کہ انہیں کی اولاد قریش کہلاتے ہیں، اسی لئے ان کو ابوقریش کہا جاتا ہے۔ (سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 16، وتاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 152) اور ان کو جماع قریش (قریش کو جمع کرنے والے کہا جاتا ہے) کیونکہ جب حسان بن عبدکلاں بنوحمیر وغیرہم کو لے کر بیت اللہ شریف کے پتھر اٹھانے کے لئے یمن سے آیا تاکہ ان پتھروں سے یمن میں بیت اللہ بنائے اور لوگ وہاں حج کیا کریں اور حسان نخلہ کے مقام پر ٹھہرا اس وقت حضرت فہر رضی اللہ عنہ نے عرب کے تمام قبائل کو جمع کیا اور حسان سے جنگ کی اور اس کو شکست دی اور وہ حسان تین سال ان کے ہاں قیدی رہا اور بعد میں مال کثیر فدیہ میں دے کر رہا ہوا اور واپس جاتے ہوئے مکہ اور یمن کے درمیان اس کا انتقال ہوگیا۔ اس وجہ سے تمام عرب نے حضرت فہر کو اپنا سردار بنایا اور ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے، حضرت فہر نے اپنے بیٹے حضرت غالب کو یہ وصیت فرمائی کہ تھوڑی سی چیز جو تجھے مستغنی کردے وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے کہ اس مال کے ہوتے ہوئے بھی تو محتاج رہے۔ (سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 16)

حضرت فہر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام مالک ہے چونکہ وہ عرب کے بادشاہ

تھے اس لئے ان کا نام مالک رکھا گیا۔ حضرت مالک کی والدہ کا نام عکرشہ بنت عدوان حارث بن عمرو بن قیس بن غیلان ہے امام حافظ الحدیث ابوحاتم محمد بن حباب ابن احمد التمیمی البستی متوفی 354ھ فرماتے ہیں: وام مالك بن النضر عكرشه بنت عدوان وهو الحارث بن عمر و بن قيس بن عيلان۔ اور بعض نے حضرت مالک کی والدہ کا نام ہند بنت عدوان اور سیرت ابن ہشام میں عاتکہ بنت عدوان ذکر کیا ہے۔ امام دیار بکری المتقی سے نقل کرتے ہیں۔

فتزوج النضرٌبن کنانه هند بنت عدوان، پھر سیرت ابن ہاشم کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ فام مالك عاتکه بنت عدوان،

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 152)

اور وہ نبی کریم ﷺ کی بارہویں دادی ہیں۔ (السیرۃ النبویہ صفحہ 7)

اور حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے۔

فولد النضر بن کنانه مالکا ونحلدا والصلت (جلد 1 صفحہ 152)

(1) نخلد (2) صلت تاریخ خمیس میں ہے۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے والد کا نام قیس لقب نضر، چونکہ وہ بہت ہی حسین و جمیل تھے اس لئے ان کا لقب نضر پڑ گیا۔ سیرت حلبیہ میں ہے۔

ولقب به لنضارته و حسنه و جماله واسمه قيس (جلد 1 صفحہ 19)

فقہاء کے نزدیک وہ جماع قریش ہیں کہ حدیث شریف میں ہے۔ نبی کریم ﷺ سے سوال ہوا کہ قریش کون ہیں؟ فرمایا من ولد النضر، اولاد نضر ہیں۔

حضرت نضر قیس رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور میں نبی کریم ﷺ کا نور مبارک چمکتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا چہرہ روشن رہتا تھا۔ امام سید احمد زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مفتیٔ مکہ فرماتے ہیں۔ والنضر انما لقب بذلك لنضارة وجهه واشرقه و جماله من نور النبي صلى الله عليه وسلم۔

(السیرة النبویہ والاثار المحمدیہ جلد 1 صفحہ 11 علی حاشی الحلبیہ)

امام ابن ہشام اور ابن حبان نے حضرت نضر کا نام قریش ذکر کیا ہے، لہٰذا جو حضرت نضر کی اولاد سے ہوں وہ قریشی کہلائیں گے۔ (سیرہ نبویہ لابن کثیر جلد 1 صفحہ 84 ولابن حبان 40) حضرت نضر رضی اللہ عنہ کے تین بھائی تھے۔ (1) مالک (2) عبد مناۃ (3) ملکان امام ابوجعفر الطبری نے ان تین کے علاوہ اور نو (9) ذکر کئے ہیں، ان کے نام درج ذیل ہیں۔ (1) عامر (2) حارث (3) نضیر (4) غنم (5) سعد (6) عوف (7) جرول (8) جرال (9) غزوان (سیرہ نبویہ لابن کثیر جلد 1 صفحہ 84) اور حضرت نضر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام بقول بعض ریحانہ ہے۔

امام دیار بکری ''اکتفاء سے ناقل ہیں فتزوج كنانه ريحانه فولدت له النضر واسمه قيس كذا في المنتقى والمواهب اللدنيه۔ (تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 150) پھر ذخائر العقبی اور سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت نضر کی والدہ کا نام برہ بنت مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرھویں دادی ہیں، برہ بنت مر سے دو بیٹے مالک اور ملکان ہوئے اور عبد مناۃ کی والدہ کا نام ہالہ بنت سوید بن الغطریف اسد یہ ہے اور امام ابن اسحاق نے اس کے برعکس فرمایا ہے کہ ''برہ بنت مر'' سے حضرت نضر ہی پیدا ہوئے ان کے علاوہ مالک ملکان وعبد مناہ وغیرہم دوسری بیوی سے ہوئے۔ (صفحہ 151) اور امام ابن حبان لکھتے ہیں۔

وامر النضر بن كنانه برة بنت مر اخت تميم بن مر وقيل انها فكهة هني بن بلي، والنضر هو قيس۔ (سیرہ نبویہ صفحہ 47)

اور بقول بعض حضرت نضر کی والدہ کا نام فکہتہ بنت ھنی بن بلی ہے۔

حضرت نضر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک سبز درخت نکلا، جس کی ٹہنیاں اولین و آخرین کے عدد کے برابر تھیں اور وہ آسمان سے لگ رہی تھیں اور اس سے نور نکلتا تھا۔ جس کی روشنی سورج کی طرح تھی اور اس درخت کے ساتھ سفید چہروں والی ایک قوم لٹکی ہوئی تھی۔ جب وہ بیدار ہوئے تو ایک کاہنہ کے پاس گئے اور اسے اپنا خواب سنایا۔ اس کاہنہ نے آپ کو نہایت ہی معزز و مکرم و عالی نسب ہونے کی تعبیر بتائی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت نضر کی پشت پاک سے نبی مکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور وہ تمام اولین و آخرین کے نبی ہوں گے اور ان کی نبوت آسمان و زمین کی تمام مخلوق کو عام ہو گی اور جو قوم اس درخت کی ٹہنیوں سے لٹکی ہوئے دیکھائی گئی وہ آپ کی اُمت کی طرف اشارہ تھا، اس تعبیر کو اس کاہنہ نے ظاہر نہ کیا مگر اشارۃً یہ کہہ کر کہ اے نضر تمہیں وہ عزت و شرف اور فضیلت و برتری اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے جو اس نے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائی، انہیں بتا دیا کہ وہ نبی آخر الزماں کی بعثت ہے، کیونکہ سب سے بڑی فضیلت یہی ہے اور کوئی نہیں۔

ایک غلطی کا ازالہ

بعض مؤرخین سے اس جگہ بہت بڑی غلطی ہوئی ہے، وہ یہ کہ حضرت نضر کی والدہ برہ بنت مر ہے اور وہی خاتون (برہ بنت مر) حضرت کنانہ والد نضر کی والدہ بھی ہے کیونکہ حضرت کنانہ کے والد حضرت خزیمہ کا انتقال ہوا تو ان کے بڑے بیٹے کنانہ نے اپنی والدہ برہ بنت مر سے نکاح کر لیا پھر اسی سے حضرت نضر

پیدا ہوئے۔ اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوتا تو اس شخص کا بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیتا تھا۔ چنانچہ صاحب اکتفاء بلکہ اور بھی بہت سے اہل سیر سے یہ غلطی ہوئی ہے، یاد رہے یہ بات بالکل غلط ہے یہ غلطی مؤرخین و اہل سیر کو حضرت کنانہ اور حضرت نضر کی والدہ کے ایک نام ہونے کی اور ان کے تقارب نسب کی وجہ سے لگی، معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) کہ نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک میں ایسی شخصیات ہوں جو زنا سے پیدا ہوئیں جبکہ خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تنقلت فی الاصلاب الزکیه الی الارحام الطاهره۔ کہ میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا اور ایک حدیث میں فرمایا: کلنا نکاح لیس فینا ...... ماولدت من سفاح الجاهلیه کہ میرے نسب مبارک میں تمام آباء و امہات نکاح (اسلام کی طرح نکاح) سے پیدا ہوئے، ہمارے نسب میں کوئی بھی زنا سے پیدا نہیں ہوا، امام ...... بکری، امام حافظ الحدیث ابوعثمان عمرو بن بحر کی کتاب الاصنام کے حوالہ سے اور علامہ احمد زینی بن احمد دحلان مفتی مکہ سیرت نبویہ و آثار محمدیہ میں لکھتے ہیں۔

وانما غلط کثیر من الناس لما سمعوا ان کنانة خلف علی زوجة ابیه بره لاتفاق اسمهما و تقارب نسبهما قال هذا الذی علیه مشائخنا من اهل العلم بالنسب قال و معاذ الله ان یکون اصاب النبی صلی الله علیه وسلم مقت نکاح وقال من اعتقد غیر ذلك فقد اخطاء و شك فی الخبر و یؤید ذلك قوله صلی الله علیه وسلم تنقلت فی الاصلاب الزکیة الی الارحام الطاهرة قلت ویؤید ذلك ماروی عن ابن عباس رضی الله عنهما فی تفسیر قوله تعالٰی و تقلبك

فی الساجدین ای من نبی الی انھی حتی اخرجتك نبیاً۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 151)

علامہ زینی دحلان نے ایک حدیث ان الفاظ سے نقل فرمائی ''مازلت اخرج من نکاح کنکاح الاسلام'' اور مؤرخین کی اسی غلطی کو نقل کرنے کے بعد لکھا ''وھذا کلہ غلط فاحش'' (جلد 1 صفحہ 11) حضرت نضر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام کنانہ کنیت ابوالنضر ہے، حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کے تین بھائی تھے۔

(1) اسد (2) اسدۃ (3) بتون (سیرت نبویہ لابن کثیر جلد 1 صفحہ 82)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک حضرت کنانہ کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن غیلان بن مضر اور بعض کے نزدیک ہند بنت عمرو بن قیس ابن غیلان اور دیگر تینوں کی والدہ کا نام برہ بنت مراخت تمیم بن مر بن ادبن طابخہ اور بعض نے کہا کہ حضرت خزیمہ کو بتایا گیا کہ برہ بنت طابخہ سے نکاح کریں اور وہ حسن و جمال کے لحاظ سے پوری قوم کی سردار تھیں، ان سے حضرت کنانہ پیدا ہوئے، حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک تھا۔

امام دیار بکری لکھتے ہیں۔

فبقی (خزیمہ) سنین لایدری کیف یتزوج حتی اری فی منامہ ان تزوج برہ بنت طابخہ فتزوجھا وکانت یؤمئذ سیدۃ قومھا فی الحسن و الجمال فولدت لہ کنانۃ و فی الاکتفاء فولد خزیمۃ بن مدرکۃ کنانۃ واسدا واسدۃ والھون وام کنانہ منھم عوانۃ بنت سعد بن قیس بن غیلان بن مضر و قیل ھند بنت عمرو بن قیس ابن غیلان

قراته بخط احمد بن يحيى بن جابر وام سائر بنيه برة بنت مراخت تيم بن مربن ادبن طابخه وفي كنانه نور رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 150)

امام ابن حبان نے غیلان کی بجائے عیلان عین کے ساتھ لکھا ہے۔

(سیرہ نبویہ واخبار الخلفا صفحہ 47)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ بڑے عالم اور اپنی قوم کے سردار تھے ان کے علمی کمال کی وجہ سے عرب انہیں ملجا و ماوی سمجھتے تھے اور اکثر ان کے حضور حاضر رہتے تھے اور حضرت کنانہ یہ خطاب فرمایا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان جن کا نام احمد ہوگا مکہ شریف میں پیدا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی لوگوں کو دعوت دیں گے اور نیکی واحسان اور مکارم اخلاق کا حکم فرمائیں گے تو اے عرب تم ان کی اتباع و پیروی کرنا اور انہیں نہ جھٹلانا کہ عزت وشرف اس نبی مکرم ﷺ کی اتباع ہی سے ہے اور وہی حق ہے، علامہ احمد بن زینی دحلان شافعی مفتی مکہ ''السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ'' میں اور امام حلبی ''انسان العیون'' میں رقم طراز ہیں۔

مانقل عن جده صلى الله عليه وسلم كنانه بن خزيمه انه كان شيخا عظيما حسينا تقصده العرب لعلمه و فضله وكان يقول قد آن خروج نبي من مكة يدعى احمد يدعوا الى الله تعالى والى البر والاحسان و مكارم الاخلاق فاتبعوه تزدادوا شرفا و عزا الى عزكم ولا تعتدوا اى لاتكذبوا ماجاء به فهو الحق.

(جلد 1 صفحه 10، جلد 1 صفحه 16) ؎1

اور حضرت کنانہ جب کسی کا کوئی عیب دیکھتے تو اس کی پردہ پوشی فرماتے،

سیرت حلبیہ میں ہے۔

قیل له کنانه (الی ان قال) لستره علی قومه و حفظه لا سرارهم (جلد 1 صفحہ 16) ...... کنانہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام خزیمہ رضی اللہ عنہ ہے۔ خزیمہ خزمہ کی تصغیر ہے، اور یہ خزم سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے بکھرے موتیوں کو ایک جگہ جمع کر دینا۔ چونکہ ان کے آباء و اجداد میں جو نور علم و ایمان اور تقویٰ و عرفان تھا وہ تمام نور اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرما دیا اس لئے ان کا نام خزیمہ رکھا گیا۔ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جلوہ گر تھا۔ امام دیار بکر فرماتے ہیں۔

وانما سمی خزیمه تصغیر خزمة لانه خزم نور آبائه و فیه نور رسول الله صلی الله علیه وسلم. (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 10)

اور امام احمد زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وجاء ان خزیمه کان یری نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین عیینه

(السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ جلد 1 صفحہ 10)

امام جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مسالک الحنفاء'' میں لکھتے ہیں۔ وقد اخرج ابن حبیب فی تاریخه عن ابن عباس رضی الله عنهما قال کان معدو ربیعه و مضر و خزیمة واصله علی ملة ابراهیم علیه السلام فلا تذکر وهم الا بخیر (صفحہ 37) کہ امام ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ سعد، ربیعہ، مضر، خزیمہ، دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے تو انہیں بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا کرو۔

امام ابن حبیب کا تعارف

متقدمین مؤرخین میں سے ابن حبیب نام کے دو بزرگ ہوئے ہیں، اور مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس حدیث کے راوی کون سے ابن حبیب ہیں، اس لئے ان دونوں بزرگوں کا مختصر تعارف لکھ دیتا ہوں۔

نمبر 1: امام محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو الہاشمی البغدادی

عالم باللغتہ والشعر و الاخبار و الانساب، یہ بزرگ امام ابن الاعرابی، ابن الکلبی، قطرب، اور ابوعبیدہ، ابویقظان کے شاگرد ہیں اور امام ابوسعید سکری کے استاد ہیں، یہ بغداد شریف میں پیدا ہوئے اور ماہ ذی الحجہ میں مسامراء کے مقام پر 245ھ میں وفات پائی۔ (معجم المؤلفین جلد 9 صفحہ 174)

نمبر 2: امام ابومروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان بن ہارون ابن جاہمہ بن عباس بن مرداس السلمی العباسی الاندلسی القرطبی المالکی

فقیہ علے مذہب المدنیین، مؤرخ، علم انساب کے ماہر، ادیب، لغوی، نحوی، عروضی شاعر، ابیرہ کے مقام پر 180ھ میں پیدا ہوئے اور قرطبہ میں رہے اور وہاں سے مصر چلے گئے اور مصر سے پھر اندلس آ گئے اور وہیں اندلس میں 238ھ میں پانچ رمضان المبارک کو وفات پائی۔ (معجم المؤلفین جلد 6 صفحہ 181)

نیز اسی حدیث کو علامہ احمد بن زینی بن دحلان مفتی مکہ نے اپنی کتاب "السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ" میں امام کبیر، امام المفسرین، سید المحدثین، سند المورخین ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی 310ھ کی "تاریخ الامم والملوک" کے

حوالہ سے نقل کیا اور اس میں حضرت اسد کے نام کا اضافہ ہے، حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے۔ امام طبری نے سلمی بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ ذکر کیا ہے۔ (تاریخ الامم والملوک جلد 1 صفحہ 188)

امام ابن حبان نے بنت اسلم کی بجائے بنت سعد لکھا ہے (سیرت نبویہ صفحہ 47)

امام دیار بکری نے سلمی بنت سود بن اسلم ذکر کیا، اور بعض نے قزیمہ ذکر کیا ہے۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 150)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کا ایک سگا بھائی تھا اس کا نام ہذیل اور ایک بھائی سوتیلا (یعنی ماں کی طرف سے) اس کا نام تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے۔

امام طبری لکھتے ہیں:

خزیمه وامه سلمی بنت اسلم بن الحاف بن قضاعه و اخوه لابیه وامه هذیل واخوهما لامها تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعه و قد قیل ان ام خزیمه وهذیل سلمی بنت اسدا بن ربیعه

(تاریخ الامم والملوک جلد 1 صفحہ 189)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام بقول امام ابن ہشام، عامر اور بقول امام طبری عمرو، امام حلبی نے بھی یہی ذکر کیا ہے اور لقب مدرکہ ہے، حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ تمام عرب میں سب سے زیادہ معزز و مکرم تھے۔ امام حلبی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں۔

قیل له مدرکه لانه ادرك کل عز و فخر کان فی آبائه

(سیرت حلبیہ جلد 1 صفحہ 16) حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ میں آنکھوں کے

درمیان نبی کریم ﷺ کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا، چنانچہ امام دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں۔

وفیه نور رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم (جلد 1 صفحہ 150)

اور علامہ احمد بن زینی بن دحلان مفتی مکہ اپنی کتاب ''السیرت النبویه والاثار المحمدیه'' میں لکھتے ہیں۔

کان یری نور رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بین عینیه۔

(جلد 1 صفحه 10)

اور امام حلبی اپنی کتاب ''انسان العیون فی سیرت الامین المامون'' میں رقمطراز ہیں۔ وکان فیه نور رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ای ولعل المراد ظهوره فیه (جلد 1 صفحه 16) حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام لیلیٰ لقب خندف بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے اور خندف کی والدہ کا نام ضربہ بنت ربیعہ بن نزار ہے اور حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے اور دو بھائی تھے۔ (1) طابخہ اس کا نام عامر تھا۔ (2) قمعہ اس کا نام عمیر تھا۔ حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا لقب خندف اس لئے رکھا گیا کہ ایک بار حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کو ایک چراگاہ میں لے کر جا رہے تھے، تو اچانک ایک خرگوش نکلا اور اونٹ اس خرگوش سے ڈر کر بھاگ گئے اور حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں کو فرمایا جاؤ اونٹ تلاش کر کے لاؤ، تو تینوں بھائی اس مقصد کے لئے نکلے، حضرت عمرو نے اونٹوں کو پا لیا اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اس خرگوش کو پکڑ کر اسے ذبح کیا اور پکانا شروع کر دیا، انہیں وہ پکاتے ہوئے دیکھ کر حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ انت طابخہ ''تو پکانے والا ہے'' ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ خوف کی وجہ سے کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے اور وہاں سے نکلے تو حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا'' انت

قمعہ'' تو چھپنے والا ہے اور حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کے پیچھے بڑی تیزی سے جانے لگی، تو حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا ''این تخندفین، ای تتبعین'' تو کہاں دوڑی جا رہی ہے، اس وجہ سے ان کا لقب خندف مشہور ہو گیا۔ اس کے علاوہ مؤرخین نے اور وجہ بھی بیان کی ہے (تاریخ طبری جلد 1 صفحہ 189) (وتاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 150) مگر مشہور وجہ یہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام حبیب لقب الیاس رضی اللہ عنہ ہے اور امام سدید الدولہ محمد بن عبدالکریم بن ابراہیم بن عبدالکریم بن رفاعہ الشیبانی المعروف بابن الانباری متوفی 557ھ (معجم المولفین جلد 1 صفحہ 186) کے نزدیک، الیاس ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اور امام ابومحمد، محدث، لغوی، نحوی، قاسم بن ثابت بن خرم بن عبدالرحمٰن ابن مطرف بن سلیمان بن یحییٰ العونی السر قطی، ان کی پیدائش 255ھ میں ہوئی، اور ماہ شوال 302ھ سرقسطہ کے شہر میں وفات پائی۔

(معجم المولفین جلد 8 صفحہ 96) موصوف اپنی کتاب ''الدلائل فی شرح غریب الحدیث'' میں فرماتے ہیں کہ الیاس ہمزہ کی زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور رجاء (امید) کی ضد ہے، یعنی اس کا معنی ہے ''ناامیدی'' (الروض الانف جلد 1 صفحہ 7) (و تاریخ الخمیس فی احوال انفس جلد 1 صفحہ 149) حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا لقب ''الیاس'' اس لئے رکھا گیا کہ ان کے والد بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل ناامید ہو چکے تھے، اس ناامیدی کی عمر میں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے ان کا لقب ''الیاس'' یعنی سن ناامیدی میں پیدا ہونے والا بچہ، رکھ دیا، اور وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ اسی وجہ سے اکثر اہل سیرت نے ان کا نام الیاس ہی لکھا ہے، صرف امام بکری نے سیرہ مغلطائی کے حوالہ سے ان کا نام ''حبیب''

ذکر کیا ہے، حضرت حبیب الیاس رضی اللہ عنہ مومن صالح تھے ان کے ایمان کی احادیث میں صراحت موجود ہے، امام سہیلی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں۔

ویذکر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال لاتسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا۔ کہ حضرت الیاس کو برا مت کہو کیونکہ بلاشبہ وہ مؤمن تھے

(جلد 1 صفحہ 8)

یہ حدیث امام سیوطی نے اپنے رسائل میں امام عبدالرحمٰن سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرمائی، اور امام دیار بکری حیاۃ الحیوان کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

کان الیاس مؤمنا و کان یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالحج فیتعجب منہ۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 149)

یعنی حضرت الیاس مومن تھے اور وہ حج کے دنوں میں اپنی پشت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ (لبیك اللھم لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد والنعمۃ، الملك لك) پڑھنے کے دھیمی دھیمی آواز سنتے تھے اور وہ تعجب فرماتے تھے، اور امام عبدالرحمٰن سہیلی ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں۔ وذکر انہ کان یسمع من صلبہ تلبیہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالحج (جلد 1 صفحہ 8) امام عبدالرحمٰن سہیلی کی یہ عبارت امام سیوطی نے اپنے رسائل میں بھی نقل فرمائی، اور امام حلبی انسان العیون میں لکھتے ہیں۔

وجاء فی حدیث لاتسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا (الی ان قال) وکان الیاس یسمع من صلبہ تلبیہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المعروفہ فی الحج۔ (انسان العیون جلد 1 صفحہ 17) اور علامہ احمد بن زینی بن

دحلان شافعی مفتی مکہ ''السیرت النبویہ والاثار المحمدیہ'' میں رقم طراز ہیں۔ وتواتر ان جدہ صلی اللہ علیہ وسلم الیاس کان یسمع من صلبہ تلبیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المعروفہ فی الحج (الی ان قال۔ وجاء فی الحدیث لاتسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا (جلد 1 صفحہ 10 علی ھامش الحلبیہ)

یعنی یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے جد امجد حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اپنی صلب مطہر سے آقاء دو جہاں ﷺ کے تلبیہ حج پڑھنے کی آواز سنتے تھے، اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کو برا مت کہو کیونکہ بلاشبہ وہ مومن تھے، اور ان میں نبی کریم ﷺ کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا، امام بکری لکھتے ہیں۔

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 149) حضرت الیاس رضی اللہ عنہ عرب میں ایسے ہی صاحب علم و فضل اور صاحب حکمت و دانا تھے جیسے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ اپنی قوت میں صاحب حکمت اور علم و فضل کے مالک تھے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کے علم و فضل و صاحب حکمت ہونے کی وجہ سے عرب ان کی نہایت ہی تعظیم کرتے تھے اور انہیں قائد عرب اور سید العشیر ہ کے نام سے پکارتے تھے۔ حضرت الیاس رضی اللہ عنہ عرب کے حاکم تھے۔ تمام عرب ان کے بغیر اپنے کسی معاملہ میں خود کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ عرب تمام معاملات میں حضرت الیاس رضی اللہ عنہ جو فیصلہ فرما دیتے اسی پر عمل کیا جاتا تھا۔

امام دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں:

ولم تزل العرب تعظم الیاس بن مضر تعظیم اھل الحکمہ کلقمان واشباھہ وکان یدعی کبیر قومہ و سید عشیرتہ ولا یقطع امر و لا یقضی لھم دونہ۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 149)

اور علامہ احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

وکان کبیرًا عند العرب یدعونه سید العشیرہ ولا یقضون امرا دونه (الی ان قال) وکان فی العرب مثل لقمان الحکیم فی قومه (السیرۃ النبویہ جلد 1 صفحہ 10)

اور امام حلبی ارشاد فرماتے ہیں۔

وعظم امرہ عند العرب حتی کانت تدعوہ بکبیر قومه و سید عشیرته وکانت لاتقضی امرا دونه (الی ان قال) وکان فی العرب مثل لقمان الحکیم فی قومه

(انسان العیون جلد 1 صفحہ 17)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد جب رکن یمانی چھپا دیا گیا اور لوگوں کو اس کا کچھ علم نہ تھا تو سب سے پہلے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اس پر مطلع ہوئے اور آپ نے مقام ابراہیم کو اس کے اصل مقام پر رکھا بعض لوگ رکن یمانی کی بجائے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ لیکن صحیح وہ ہے جو ہم نے خوب تحقیق کرکے ذکر کیا ہے۔ امام دیار بکری فرماتے ہیں:

انما ھلك الرکن بعد ابراھیم و اسماعیل علیھما السلام وھو الاشبه (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 150)

اور سب سے پہلے ہدی کے لئے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے جانور بھیجے ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو محصر (یعنی وہ محرم جسے دشمن وغیرہ نے راستے میں روک لیا ہو) قربانی کے لئے ایام حج میں مکہ معظمہ میں بھیجے۔

تاریخ خمیس، سیرت حلبیہ، سیرت نبویہ لزینی دحلان وغیرہ کتب سیرت میں ہے:

وھو اول من اھدی البدن الی البیت

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سنت کو برقرار رکھا بلکہ ہدی کے بھیجنے کو اپنے شعائر میں سے قرار دیا۔ قرآن کریم میں ربّ ذوالجلال کا فرمان ہے:

وھو اول من اھدی البدن الی البیت

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سنت کو برقرار رکھا بلکہ ہدی کے بھیجنے کو اپنے شعائر میں سے قرار دیا۔ قرآن کریم میں ربّ ذوالجلال کا فرمان ہے۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ (الحج پارہ 17)

اورسب سے پہلے سل کی مرض انہیں لاحق ہوئی اور اس کی وجہ سے ان کا انتقال ہوا، جب حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ اس پر بہت ہی غمگین ہوئیں اور وہ غم ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ سیرت حلبیہ میں ہے۔

وھو اول من مات بعلة السل ولما مات حزنت علیه زوجته خندف حزنا شدید الم یظلها سقف بعد موته حتی ماتت

(جلد 1 صفحہ 17)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی وفات جمعرات کے دن ہوئی، امام دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں۔

وکانت وفاة الیاس یوم الخمیس (جلد 1 صفحہ 150)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام خزیمہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام دیار بکری فرماتے ہیں:

وتزوج مضر خزیمه فولدت له الیاس (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 149)

اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی والدہ کا نام رباب بنت حیدہ بن معد لکھا ہے

اور حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کا ایک بھائی تھا۔ ان کا نام عیلان تھا۔ عیلان عیلہ سے ماخوذ ہے اور عیلہ کا معنی ہے محتاجی چونکہ حضرت عیلان بہت سخی تھے، اور بہت خرچ کرتے تھے اس وجہ سے لوگ عتاب کرتے اور انہیں کہتے تھے تو محتاج ہو جائے گا۔ اے عیلان تو یہی (عیلان) نام مشہور ہو گیا۔ تاریخ طبری میں ہے۔

وامه الرباب بنت حيدة بن معد و اخوه لابيه وامه الياس وهو عيلان وسمي عيلان فيما ذكر لانه كان يعاتب علي جوده فيقال له لتغلبن عليك العيله يا عيلان فلزمه هذا الاسم (جلد 1 صفحه 189)

اور امام ابن حبان نے ربابہ بنت ایاس بن معد ذکر کیا ہے۔

(سیرت نبویہ صفحہ 48)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کے والد کا نام مضر رضی اللہ عنہ ہے مضر مضیرہ یا اللبن الماضر سے ماخوذ ہے، مضیرہ ایک ایسی شئی ہے جو دودھ سے تیار کی جاتی ہے اور وہ نہایت ہی سفید رنگ کی ہوتی ہے، چونکہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ نہایت ہی سفید رنگ کے تھے اس لئے ان کا نام مضر رکھا گیا

امام عبدالرحمٰن سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں:

واما مضر فقد قال القتبي هو من المضيره اومن اللبن الماضر و المضيره شيء يصنع من اللبن فسمي مضر لبياضه

(جلد 1 صفحہ 8)

اور ان کو مضر الحمراء کہا جاتا تھا، کیوں کہ جب حضرت مضر رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کا ترکہ آپس میں تقسیم کیا تو ان کے مال سے جو سونا تھا وہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور گھوڑے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے لے

لئے، اس وجہ سے حضرت مضر کو مضر الحمراء اور حضرت ربیعہ کو ربیعہ الفرس کہتے تھے، امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں۔

ويقال له مضر الحمراء قيل لانه لما اقتسم هو واخوه ربيعه مال والدهما اعنى نزار اخذ مضر الذهب فقيل له مضر الحمراء واخذ ربيعة الخيل ومن ثم قيل له ربيعه الفرس (جلد 1 صفحه 17)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ نہایت ہی حسین وجمیل تھے، دیکھنے والے کا دل موہ لیتے تھے کہ اگر ان کو کوئی دیکھتا تو وہ ان پر فریفتہ ہو جاتا اور ان کی آواز بھی بہت ہی پیاری تھی، درحقیقت ان کا یہ حسن و جمال اور چہرہ کی دمک نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی۔

امام شافعیہ مفتی حرم علامہ احمد بن زینی بن احمد دحلان اپنی کتاب ''سیرت نبویہ وآثار المحمدیہ'' میں لکھتے ہیں۔ وجاء ايضا ان مضر انما سمى بذلك لانه كان يمضر القلوب اى ياخذها لحسنه و جماله و لم يره احد الااحبه لما كان يشاهد في وجهه من نور النبي صلى الله عليه وسلم (جلد 1 صفحه 10) اور امام بکری رقم طراز ہیں۔

وفيه نور رسول صلى الله عليه وسلم وانما سمى مضر لانه اخذ بالقلب ولم يكن يراه احد الااحبه (الى ان قال) وكان من احسن الناس صوتاً۔ (تاريخ الخميس جلد 1 صفحه 148)

حضرت مضر وحضرت ربیعہ مؤمن ومتقی تھے

حضرت مضر وحضرت ربیعہ رضی اللہ عنہما دونوں مؤمن صالح متقی اور پرہیز

گار تھے، احادیث مبارکہ میں ان کے مؤمن ہونے کی صراحت موجود ہے۔ امام دیار بکری حضرت مضر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

کان مسلما علی ملة ابراھیم

''کہ وہ مسلمان تھے ملت ابراہیمی پر تھے'' (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 147)

علامہ زینی دحلان سیرت نبویہ میں اور حلبی سیرت حلبیہ میں فرماتے ہیں۔

وجاء فی حدیث لاتسبوا ربیعه ولا مضرفا نهما کانا مؤمنین، وفی روایه لاتسبوا مضر فانه کان علی ملة ابراهیم (رواہ الحلبی فقط) و فی حدیث غریب لاتسبوا مضر فانه کان علی دین اسماعیل۔ (سیرہ نبویہ علی هاش الحلبیه جلد 1 صفحه 10) و سیرہ حلبیه جلد 1 صفحه 17)

اور امام بکری تاریخ خمیس میں فرماتے ہیں حضرت میمون بن مہران نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''لاتسبوا مضرولا ربیعه فانهما کانا مؤمنین (صفحه 51)'' (ومسالك الحنفاء صفحه 37) اور یہی حدیث امام عبدالرحمٰن سہیلی ''الروض الانف'' میں سند کے بغیر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں، قلت وقفت علیہ مسندا مجھے اس کی سند معلوم ہے، پھر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند بیان فرمائی لیکن اس میں ''مسلمین'' کے لفظ میں اور وہ سند درج ذیل ہے۔ اس سند کو امام ابوبکر محمد بن خلف بن حیان المعروف وکیع نے اپنی کتاب ''الغرر من الاخبار'' میں ذکر کیا، فرماتے ہیں۔

''ہمیں حدیث بیان کی اسحاق بن داؤد بن عیسیٰ المروزی ابویعقوب الشعرانی نے انہیں حدیث بیان کی سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی نے انہیں عثمان بن فائد نے انہوں نے حضرت یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ سے وہ حضرت اسماعیل بن

محمد بن سعد بن ابی وقاص سے وہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا ''حضرت ربیعہ اور حضرت مضر رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو کہ بلاشبہ وہ مسلمان تھے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

قال حدثنا اسحاق بن داؤد بن عیسی المروزی ابویعقوب الشعرانی قال حدثنا سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی قال حدثنا عثمان بن فائد عن یحیٰی بن طلحہ بن عبید اللّٰہ عن اسمٰعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص عن عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لاتسبوا ربیعہ ولا مضر فانہما کانا مسلمین۔

(صفحہ 37)

سند حدیث پر بحث

نمبر 1: امام ابوبکر محمد بن خلف بن حیان بن صدقہ بن زیاد الضبی، المعروف بوکیع ''صاحب غرر من الاخبار'' فقیہ، قاری قرآن نحوی، مؤرخ اور اصحاب سیر میں سے تھے، شاعر بھی تھے اور اہواز کے قاضی تھے، ان کی وفات بغداد شریف ماہ ربیع الاول 306ھ میں ہوئی۔ (معجم المؤلفین ج 9 صفحہ 284) لسان المیزان میں ہے۔

کان عالما فاضلا نبیلا فصیحا من اھل القرآن و الفقہ والنحو، (الی ان قال) حسن الاخبار عارفا با یام الناس

(جلد 5 صفحہ 157,156)

یعنی امام ابوبکر وکیع عالم، فاضل، فصیح و بلیغ، قاری قرآن، فقیہ، نحوی، مؤرخ وعظیم محدث تھے۔

نمبر 2: امام اسحاق بن داؤد بن عیسیٰ المروزی ابویعقوب الشعرانی ان کا ترجمہ راقم کو کتب اسماء الرجال میں نہیں مل سکا۔

نمبر 3: امام ابوایوب سلیمان بن عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن میمون التمیمی الدمشقی ابن بنت شرجیل بن مسلم الخولانی یہ امام بخاری و امام ابوداؤد کے شیخ ہیں۔ امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ ثقہ اور اہل دمشق کے فقیہ تھے ان کی پیدائش 151ھ یا 152ھ میں ہوئی اور ان کی وفات 232ھ یا 233ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 148)

نمبر 5: یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ القرشی التیمی المدنی، یہ تابعی ہیں ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد 2 صفحہ 233)

نمبر 6: اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص الزہری المدنی جلیل القدر تابعی، ثقہ رجال صحیح میں سے ہیں، ان کی پیدائش 60ھ کے بعد ہوئی اور وفات 134ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب جلد 1 صفحہ 329)

نمبر 7: اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم صحابی ہیں، ان کے ثقہ و عادل ہونے میں کوئی کلام نہیں، یہ حدیث لائق حجت ہے۔

اور امام ابن سعد نے طبقات میں بسند خالد بن خداش وہ حضرت عبداللہ بن وہب سے وہ سعد بن ابی ایوب سے وہ حضرت عبداللہ بن خالد سے مرسلا روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "لاتسبوا مضر فانه كان قد اسلم"

سندحدیث

نمبر 1: خالد بن خداش بن عجلان الزوی المہلبی ابوالہیثم البصری البغدادی، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، امام بخاری نے الادب المفرد میں ان سے احادیث روایت کی ہیں، اور یہ امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابوحاتم، امام ابوزرعہ، امام الفقہاء والمحدثین احمد بن حنبل وغیرہم اجلہ محدثین کے بھی شیخ ہیں، یہ رجال صحیح میں سے ہیں ان کی وفات 223ھ یا 224ھ میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب جلد 3 صفحہ 85)

نمبر 2: امام ابوعبداللہ بن وہب بن مسلم القرشی، الفقیہ، یہ امام سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے تلمیذ اور امام علی بن المدینی، محمد بن سلمہ المراوی وغیرہما اکابر محدثین کے شیخ ہیں، یہ بھی رجال صحیح میں سے ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد 6 صفحہ 72)

نمبر 3: سعید بن ابی ایوب، ان کا نام مقلاص الخزاعی ابویحییٰ المصری، یہ کعب بن علقمہ، عقیل بن خالد، شرجیل بن شریک کے شاگرد اور امام ابن جریج، امام ابن المبارک وغیرہ ائمہ محدثین کے شیخ ہیں، ان کی پیدائش 100ھ اور وفات 149ھ یا 161ھ میں ہوئی اور یہ بھی ثقہ، فقیہ تھے، رجال صحیح سے ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 8,7)

نمبر 4: عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ یہ تابعی ہیں، بعض اصحاب جرح والتعدیل نے انہیں ضعیف کہا۔

یہ حدیث بھی لائق حجت ہے، اور امام دیار بکری نے ایک اور حدیث روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا اختلف الناس فالحق مع

مضر یعنی جب لوگ اختلاف کریں (مذہب وعقائد میں کئی فرقے ہو جائیں) تو حضرت مضر کے ساتھ لاحق ہو جانا (یعنی تو ملۃ ابراہیم علیہ السلام پر رہنا جیسا کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ دین ابراہیمی پر تھے۔(تاریخ الخمیس ج 1 صفحہ 149)

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ مؤمن متقی، اور دین ابراہیمی پر تھے، حضرت مضر رضی اللہ عنہ کے تین بھائی اور تھے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) ایاد (2) ربیعہ (3) انمار

ان سب کی والدہ کا نام سودہ بنت عک بن عدنان اور بعض کے نزدیک حضرت سودہ صرف حضرت مضر کی والدہ ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تین کی والدہ کا نام شقیقہ بنت عک بن عدنان، یہ حضرت سودہ کی بہن ہیں۔ تاریخ خمیس میں ہے۔

ولد نزار بن سعد اربعة بنين مضر، و ربيعه وانمار واياد (الى ان قال) و امهم سوده بنت عك بن عدنان و قيل هي ام مضر خاصه و ام اخوته الثلاثه اختها شقيقه بنت عك بن عدنان (جلد 1 صفحه 148)

لیکن امام ابوجعفر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ وایاد کی والدہ سودہ بنت عک و بن عدنان اور ربیعہ وانمار کی والدہ کا نام جلالہ بنت وعلان بن جوشم بن جلہمہ بن عمر وقبیلہ بنی جرہم سے تھیں، چنانچہ لکھتے ہیں۔

وامه سودة بنت عك و اخوه لابيه وامه ايادلهما اخوان من ابيهما من غير امهما و هما ربيعة و انمار امهما جلاله بنت وعلان بن جوشم بن جلهمه بن عمر و بن جرهم

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 189)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کی قبر انور مقام روحاء میں ہے۔ اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ چنانچہ امام حلبی سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں۔

''وعن ابی عبید البکری ان قبر مضر بالروحاء یزار'' اور مقام روحاء مدینہ شریف سے تقریباً دو راتوں کا سفر ہے، اما حلبی فرماتے ہیں'' والروحاء علی الیلتین من المدینہ'' (سیرہ حلبیہ جلد 1 صفحہ 17) اور علامہ زینی دحلان فرماتے ہیں۔ قیل ان قبر مضر بالروحاء (سیرت نبویہ جلد 1 صفحہ 11)

امام ابوعبید البکری کا تعارف

امام ابوعبید عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد بن ایوب ابن عمرو البکری، لغوی، مؤرخ، علم نسب کے ماہر، جغرافیہ کے ماہر، ماہ شوال قرطبہ کے شہر 432ھ میں پیدا ہوئے اور 487ھ میں وفات پائی اور مقبرہ اُم سلمہ میں مدفون ہوئے۔ (معجم المؤلفین جلد 6 صفحہ 75) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام ''عبداللہ بن عبدالعزیز بن ابی مصعب الاندلسی ابوعبید البکری'' ذکر کیا ہے، پھر لکھتے ہیں۔ کان اماما لغویا، اخباریا، مقننا۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی اور اس میں اعلام نبوہ جمع فرمائے، علماء کے نزدیک ان کی وہ کتاب بہت معتبر ہے اسی سے علماء استفادہ کرتے ہیں ان کا انتقال بھی ماہ شوال میں ہوا (بغیہ الوعاہ صفحہ 285) سیرت حلبیہ میں ابوعبیدہ لکھا ہے اور صحیح ابوعبید ہے، حضرت مضر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے ''جو شخص نیکی اور بھلائی کرے گا تو اس کو وہ مقام و مرتبہ نصیب ہوگا کہ لوگ اس کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے اس پر رشک کریں گے، اور جو کوئی برائی کرے گا اسے شرمندگی اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

امام علی بن برہان الدین ''انسان العیون'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت

مضر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔

من يزرع خيرا يحصد غبطة و من يزرع شرا يحصد ندامة۔

(جلد 1 صفحہ 17) اور اسی طرح خمیس میں ہے۔ (جلد 1 صفحہ 149)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت نزار رضی اللہ عنہ، کنیت ابوایاد، یا ابو ربیعہ ہے۔ (تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 190)

نزار نزر (نون کی زیر کے ساتھ) سے ماخوذ ہے، اور اس کا معنی ہے، قلیل، تھوڑا کتب سیرت میں ہے کہ حضرت نزار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرۂ انور میں دو آنکھوں کے درمیان نور مصطفیٰ چمکتا تھا، جب ان کے والد نے حضرت نزار کے چہرۂ انور میں نور مصطفیٰ چمکتا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کئی اونٹ ذبح کئے اور کھانا پکایا اور بہت بڑی قربانی فرمائی، پھر انہوں نے فرمایا یہ سب کچھ یہ معمولی سی قربانی یہ اس بچے کے حق میں نذر ہے، اس وجہ سے ان کا نام نزار رکھ دیا گیا، اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ عقلمند اور دانا تھے، چنانچہ علامہ زینی دحلان سیرت نبویہ میں لکھتے ہیں۔

وان نزار لما ولد نظر ابوه الى نور النبى صلی اللہ علیہ وسلم بين عيينه ففرح فرحا شديدا و نحرو اطعم و قال ان هذا كله نزر اى قليل بحق هذا المولود فسمى نزارًا بذلك وكان اجمل اهل زمانه و اكبرهم عقلا۔ (جلد 1 صفحہ 10) على امش الحلبيه)

اور امام دیار بکری لکھتے ہیں:

وانما سمى نزارًا بكسر النون من النزر وهو القليل لان معد نظر الى نور رسول الله صلى الله عليه وسلم فى

وجهه فقرب له قربانا عظيما و قال لقد استقللت له هذا القربان وانه نزر قليل فسمى نزار اوخرج اجمل اهل زمانه اكثرهم عقلا۔ (تاریخ خمیس جلد 1 صفحه 147)

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے مؤمن ہونے کی کوئی صراحت نہیں اور ان کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ وہ کس دین پر تھے۔

چنانچہ امام دیار بکری فرماتے ہیں۔

واما نزار بن معد فلم تدرملته (تاریخ خمیس جلد 1 صفحہ 148) لہٰذا ان کے متعلق یہ حکم لگانا کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور مؤمن صالح تھے درست نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کے ایمان کی صراحت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کو کافر و مشرک نہیں کہا جائے گا جیسا کہ پہلے ہم پوری تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام کے متعلق یہ شک کرنا کہ وہ مؤمن تھے یا نہیں، ایمان کی خرابی کی دلیل ہے، جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام میں کوئی ایک بھی کافر تھا تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام و امہات مومنین و مومنات تھے آپ کے نسب مبارک کے طیب و طاہر ہونے میں کوئی شک نہیں، امام جلال الملۃ والدین السیوطی اپنی کتاب ''المقامہ السندسیہ فی النسبۃ المصطفویہ'' میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"خير الخليفه اما وابا، وانكاهم حسبا و نسبا، خلق الله لا جله الكونين، واقربه من كل مؤمن يعينين" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کے اعتبار سے پوری مخلوق سے بہتر ہیں اور حسب و نسب کے لحاظ سے

پوری خلق سے زیادہ پاک، اللہ تعالیٰ نے انہیں کے لئے کونین کو پیدا فرمایا، اور انہیں دنیا میں مبعوث فرما کر ہر مومن کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی بلکہ خود آقاء دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں۔ "انا انفسکم نسبا" میں تم سب میں اپنے نسب کے لحاظ سے نفیس ترین (ازکا وافضل واعلیٰ وطیب وطاہر) ہوں۔

امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الطّوسی الشافعی الغزالی حکیم متکلم فقیہ، اصولی، صوفی، ان کی پیدائش طوس کے قصبہ طابران 450ھ میں ہوئی اور وفات 505ھ میں ہوئی۔ (معجم المؤلفین جلد 11 صفحہ 262)

امام یافعی ''مرآۃ الجنان'' میں لکھتے ہیں کہ امام عارف باللہ محمد بن اسماعیل الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ امام غزالی کی کتابیں پڑھنا جائز ہے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا محمد بن عبد اللہ سید الانبیاء و محمد بن ادریس سید الائمہ و محمد بن محمد بن محمد الغزالی سید المصنفین۔ (جلد 3 صفحہ 190)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اعلام کا فرمان ہے۔ حضور ﷺ کے نسب مبارک میں ہر فرد کا طیب و طاہر ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

چنانچہ امام سیوطی لکھتے ہیں:

ومن خصائصه فيما ذكره الغزالي وغيره ان الله ملكه الجنه، و اذن له ان يقطع منها من يشاء مايشاء واعظم بذلك منه، وخصه بطهارة النسب تعظيما لشانه، وحفظ آبائه من الدنس تنبيها لبرهانه، وجعل كل اصل من اصوله خير اهل زمانه۔ (المقامة السندسية صفحه 2)

لہٰذا حضرت نزار رضی اللہ عنہ بھی مومن و صالح اور دین ابراہیمی پر تھے، اور سب سے پہلے عربی انہوں نے لکھی، اور حضرت نزار رضی اللہ عنہ میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا

نسب حضور ﷺ کے نسب مبارک کے ساتھ مل جاتا ہے اور ان سے آگے حضور ﷺ کا نسب مبارک اور امام احمد بن حنبل کا نسب مبارک ایک ہی ہے، ''انسان العیون'' میں ہے۔

هو اول من كتب الكتاب العربى على الصحيح و الامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ يجتمع معه ﷺ فى هذا الجد الذى هو نزار (جلد 1 صفحہ 17) حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی قبر اور ان کے بیٹے حضرت ربیعہ کی قبر مدینہ منورہ کے قریب ذات الجیش مقام پر ہے۔ امام دیار بکری لکھتے ہیں۔ ان قبر نزار بن معد و قبر ابنه ربيعه بن نزار بذات الجيش قرب المدينه

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس جلد 1 صفحہ 148)

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم (قال ابن حیان جوش) بن حلیمہ بن عمرو (وذکرا ابن حیان فی سیرہ صفحہ 49) بن حلیمہ بن حرمیہ حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے تقریباً چودہ بھائی تھے، ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) قنص (2) قناعۃ (3) سنام (4) حیدان (5) حیادہ (6) جنید (7) جنادہ (8) قحم (9) عبید الرماح (10) عرف (11) عوف (12) شک (13) قضاعۃ (14) سلہم (السہیلی فی الروض جلد 1 صفحہ 15) (طبری جلد 2 صفحہ 190)

اور امام عبد الرحمٰن سہیلی نے ایک اور کا نام بھی ذکر کیا ہے وہ (15) اود ہے، امام ابو جعفر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت نزار کے اور بھائی بھی ہیں، لیکن ان کے نام ذکر نہیں فرمائے۔ حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت معد رضی اللہ عنہ ہے، حضرت معد رضی اللہ عنہ کا ایک بھائی تھا، اس کا نام عک بن عدنان ہے اور بعض مؤرخین واہل سیر نے حضرت معد کے چند اور بھائی بھی ذکر کئے ہیں۔ امام ابن کثیر سیرت میں فرماتے ہیں کہ امام عبد الرحمٰن سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اور بھائی بھی

ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) حارث (2) مذھب (3) ضحاک (4) عدن (وہ عدن شہر کے بانی ہیں)(5)ابین سیرت نبویہ جلد 1 صفحہ 82) امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت معد کے ایک بھائی کا نام دیث ہے اور بعض نے کہا کہ دیث اور عک ایک ہی شخص کا نام ہے اور بعض نے اور بھی ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (1) ابی بن عدنان (2) واد بن عدنان (3) عی بن عدنان (جلد 2 صفحہ 19)

اس طرح حضرت معد کے نو بھائی ہوتے ہیں اور حضرت معد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام مہدو بنت اللہم، اور وہ اللہم بن جلجب بن جدیس، اور بعض کے نزدیک ابن طسم اور بعض نے کہا، ابن الطوسم اور طوسم، یقشان بن ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں۔ (تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 191)

اور ابن حبان نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام، محردہ بنت جلجب بن جدیس ذکر کیا ہے۔ (السیرت النبویہ صفحہ 49)

حضرت معد رضی اللہ عنہ کس دور میں تھے؟

اس میں مؤرخین واہل سیر کی کتابوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے، ہم اس اختلاف کو پوری تفصیل سے لکھتے ہیں اور اس کے بعد یہ واضح کریں گے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ کس دور میں تھے تاکہ قارئین کو کتب تاریخ و سیر پڑھ کر اس کے متعلق اضطراب نہ ہو۔ ''انسان العیون'' میں امام ابن برہان حلبی لکھتے ہیں۔

وکان عدنان فی عهد عیسی علیه السلام (جلد ۱ صفحہ ۱۸)

حضرت معد رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

آباء کرام میں سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت لوی رضی اللہ عنہ تھے، امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

"حدثنی الحادث قال حدثنا محمد بن سعد قال اخبرنا هشام عن ابیه عن ابی صالح عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان بين ميلاد عيسى والنبى خمس مائه وتسع و ستون سنه"

مجھے یہ حدیث بیان کی حارث نے انہیں محمد بن سعد نے اور انہیں خبر دی ہشام نے اپنے باپ سے وہ ابوصالح سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے درمیان پانچ سو انہتر (۵۶۹) سال ہیں۔

اس قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پانچ صد چھبیس برس چھ ماہ (۵۲۶) قبل اٹھائے گئے اور بعض کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان پانچ صد اکاون برس ہیں۔

''تاریخ الامم والملوک'' میں ہے۔

قال بعضهم من مولد عيسى الى مبعث محمد صلى الله عليه وسلم خمس مائة واحدى و خمسين سنه

(جلد ۲ صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱)

اس قول کے مطابق حضرت کعب بن لوی کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے نو برس پہلے ہوئی۔

اور ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت کعب کی وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ صد ساٹھ سال قبل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے

قول کے مطابق حضرت کعب کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے انچاس برس بعد ہوئی لہٰذا کعب بن لوی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ ہے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عدنان کے درمیان تقریباً بارہ پشت ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ ہو، لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت معدّ بن عدنان رضی اللہ عنہما حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں تھے چنانچہ امام ابوجعفر طبری فرماتے ہیں۔

ان اهل حضور لما قتلوا شعیب بن ذی مهدم الحضوری بعث الله علیهم بخت نصر عذابا فخرج ادمیاء وبرخیا فحملا معدا فلما سکت الحرب رداه الی مکه۔ (تاریخ الامم والملوک جلد ۱ صفحہ ۱۹۱) بلاشبہ جب اہل حضور نے حضرت شعیب بن ذی مہدم الحضوری کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہما السلام حضرت معد کو لے کر وہاں سے چلے گئے پس جب جنگ ختم ہو گئی تو ان کو واپس مکہ شریف پہنچا دیا۔

حضور

حضور یمن کا ایک شہر ہے اور یہ حضور بن عدی ابن مالک بن زید بن سدد بن حمیر بن سبا کے نام سے مشہور ہے۔ معجم البلدان میں ہے۔

حضور: بالفتح ثم الضم بلدة بالیمن من اعمال زبید، سمیت بحضور بن عدی ابن مالك بن زید بن سدد بن

حمیر بن سبا (جلد۲صفحہ۲۷۲)

اہل حضور عرب تھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمائے ان کا اسم گرامی حضرت شعیب علیہ السلام ہے اور انہوں نے اس نبی کو شہید کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا اور ان پر بخت نصر کو مسلط کردیا اور اس کے ذریعہ اہل حضور کو تباہ و برباد کردیا۔ ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورہ الانبیاء میں فرمایا ہے

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ○ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ○ (آیہ ۱۵،۱۴،۱۳،۱۲،۱۱)

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کردیں کہ وہ ظالم تھیں اور ان کے بعد اور قوم پیدا کی تو جب انہوں نے ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھا جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے، نہ بھاگو اور لوٹ کے جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شائد تم سے پوچھا جائے، بولے ہائے خرابی ہماری بلاشبہ ہم ظالم تھے تو وہ یہی پکارتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے انہیں کردیا کاٹے ہوئے بجھے ہوئے فصل کی طرح۔

تفسیر آیات مبارکہ

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی کہ پچھلی آیتوں میں

جن مشرکین کے ہلاک ہونے کا ذکر ہے وہ کون تھے اور ان کے عادات واطوار کیا تھے اور وہ کس طرح ہلاک ہوئے تاکہ مشرکوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی انہیں مشرکوں کی طرح کافر و بدکار تھے اور مشرکین یہ سمجھ سکیں کہ جیسے ان پر عذاب آیا اور جیسے وہ ہلاک ہوئے ان مشرکوں پر بھی وہی عذاب آئے گا لہٰذا یہ اللہ سے ڈریں اور کفر وشرک سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لائیں، چنانچہ ارشاد ہوا ہم نے بہت سے شہر اور آبادیوں کو ہلاک و برباد کردیا کہ ان کے رہنے والے بڑے ظالم اور بدکار تھے اور ہم نے ان کی جگہ دوسری نئی قومیں آباد کردیں چنانچہ جب اس تباہ ہونے والی قوم نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو محسوس کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کو جو علامات بتائیں وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے تو وہ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انہیں ایڑیاں مار کر اپنے شہر و دیار مساکن اور سامان عیش سب کچھ چھوڑ کر بھاگے تو ان کو عذاب کے فرشتوں نے طنزاً کہا بھاگتے کیوں ہو مت بھاگو تم اپنے مساکن اور باغات ونعمتوں کی طرف واپس لوٹ آؤ جہاں تمہارے فرزند، تمہاری بیویاں اور محبوب عورتیں ہیں، جہاں تمہاری عیاشی اور رنگ رلیاں منانے کے اڈے ہیں تاکہ تم ان تمام چیزوں کو حسرت کی آنکھوں سے دیکھو اور اس مان کی دنیا میں ہلاک ہو جاؤ تو وہ ایسی حالت میں پکارتے رہے کہ اے افسوس ہم تو بڑے ظالم تھے لیکن اب ان کا یہ کہنا اور پکارنا بے کار تھا، آخر وہ یہی پکارتے پکارتے تباہ و برباد ہوگئے اور ہم نے ان کو ایسا نیست و نابود کردیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی یا انہیں بجھا دیا، یعنی ہم نے انہیں ایسا تباہ و برباد کیا کہ گویا وہ تھے ہی نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرزمین یمن میں حضور نام کی ایک بستی تھی وہاں کے رہنے والے عرب تھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے قوم حمیر میں سے ایک نبی مبعوث فرمائے ان کا نام حضرت شعیب تھا

ایک شخص نے لاٹھی مار کر انہیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بابلی مسلط فرما دیا اس نے ان اہل حضور کو قتل کر دیا اور گرفتار کیا حتیٰ کہ ان کا کوئی آدمی باقی نہ رہا اور ان کا اسباب عیش سب کچھ تباہ و برباد ہو گیا، امام طبری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ بھی اسی بستی میں رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کرنا چاہا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیاء علیہما السلام ان کو ساتھ لے کر وہاں سے چلے گئے اور جنگ ختم ہونے کے بعد ان کو مکہ شریف پہنچا دیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام

تاریخ میں شعیب نامی دو انبیاء کا ذکر ہے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سسر تھے، ان کی صاحبزادی حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا سے موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث فرمایا ان کا لقب خطیب الانبیاء ہے، امام ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو ان کو خطیب الانبیاء کہتے تھے۔ ان کے نسب میں علماء کا اختلاف ہے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کا نسب یوں ہے۔

شعیب بن توبہ بن ابراہیم، امام ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم اور بعض کے نزدیک، شعیب ابن یژون بن نوس بن مدین بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ (مظہری جلد ۳ صفحہ ۳۸۳)

امام طبری نے ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے۔

شعیب بن صیفون بن عنقا بن ثابت بن مدین بن ابراہیم اور ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت بشر ذوالکفل بن ایوب علیہما السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے نواسہ ہیں۔ ''تاریخ الامم والملوک'' میں ہے۔

وان اللہ عز و جل بعث بعدہ (بعد بشر بن ایوب ذی الکفل) شعیب بن صیفون بن عنقاء بن ثابت بن مدین بن ابراھیم الی اھل مدین، (الی ان قال)جدۃ شعیب ابنۃ لوط (جلدا صفحہ ۱۶۷)

اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران (کمافی تاریخ الانبیاء صفحہ ۱۲۱) یا ھار من (کمافی المظہری جلد ۳ صفحہ ۳۸۱) بن تارخ کے بیٹے ہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے قوم سدوم کی طرف مبعوث فرمایا اور وہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورہ عنکبوت میں فرمایا ہے۔ تاریخ خمیس میں ہے۔

وامن لہ لوط وقیل ھو اول من صدقہ وکان ابن اخیہ ھاران وھو لوط بن ھاران بن تارخ وھاران ھوا خوابراھیم

(جلدا صفحہ ۸۵)

اور بعض نے کہا کہ سب سے پہلے حضرت سارہ بنت ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائیں اور وہ ہاران حضرت ابراہیم کے بھائی نہیں بلکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہیں اور اہل حضور کی طرف جو نبی مبعوث ہوئے وہ حضرت شعیب صاحب مدین نہیں بلکہ وہ شعیب بن ذی مہدم ہیں اور ان کی قبر یمن کے پہاڑ ضنن کے قریب ہے۔ امام محبّ الدین ابوالفیض السید محمد بن محمد بن عبدالرزاق المرتضٰی الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی، لغوی، محدث، اصولی، ادیب، ناظم مورخ علم نسب کے ماہر، ہند کے شہر بلگرام ۱۱۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ

شعبان مصر میں ۲۰۵ھ کو طاعون کی مرض کی وجہ سے وفات پائی (معجم المؤلفین جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۲) اپنی کتاب ''تاج العروس من جواہر القاموس'' میں فرماتے ہیں۔

ان اهل حضور قتلوا شعيب بن ذى مهدم نبى ارسل اليهم وقبره بضنن جبل باليمن، وليس هو شعيبا الاول صاحب مدين وهو ابن صيفي ويقال فيه ابن صيفون (جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

اور اسی طرح ''الروض الانف'' جلد ۱ صفحہ ۹ پر ہے۔

اور یہ حمیر بن سبا بن یعرب بن قحطان کی قوم سے تھے (روح المعانی) اور امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر فرح، الانصاری الخزرجی الاندلسی القرطبی مفسر، عابد زاہد متوفی ۹ شوال پیر کی رات ۶۷۱ھ اپنی کتاب ''الجامع لاحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں۔

وكان بعث اليهم نبى اسمه شعيب بن ذى مهدم وقبر شعيب هذا باليمن يقال له ضنن كثير الثلج، وليس بشعيب صاحب مدين لان قصة حضور قبل مدة عيسى عليه السلام، وبعد مئين من السنين من مده سليمان عليه السلام وانهم قتلوا نبيهم وقتل اصحاب الرس فى ذلك التاريخ نبيالهم اسمه حنظله بن صفوان، وكانت حضور بارض الحجاز من ناحية الشام، فاوحى الله تعالى الى ارميا عليه السلام ان احمل معد بن عدنان على المراق الى ارض العراق كيلا تصيبه النقمه والبلاء معهم، فانى مستخرج من صلبه نبيا فى آخر الزمان اسمه محمد صلى الله عليه وسلم، فحمل معد وهو ابن اثنتى عشره سنة فكان مع بنى اسرائيل الى ان كبر

و تزوج امراۃ اسمھا معانہ (جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۴)

یعنی اہل حضور کی طرف ایک نبی مبعوث ہوئے ان کا نام شعیب بن ذی مہدم تھا اور ان کی قبر شریف ضنن پہاڑ (جس پر بہت برف پڑتی ہے جو یمن میں ہے) پر واقع ہے اور وہ شعیب علیہ السلام صاحب مدین نہیں کیونکہ اہل حضور کا قصہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور کے دوصد برس بعد ہوا اور بلاشبہ انہوں نے اپنے نبی کو شہید کر دیا اور اسی تاریخ میں اصحاب الرس نے اپنے نبی حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو شہید کیا اور حضور شام کے کنارے سرزمین حجاز میں ایک بستی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ حضرت معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے سرزمین عراق لے جاؤ تا کہ اہل حضور کے ساتھ ان کو تکلیف و آزمائش نہ پہنچے پس بے شک میں ان کی پشت مبارک سے نبی آخر الزمان جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کو پیدا فرمانے والا ہوں تو حضرت ارمیاء علیہ السلام حضرت معد کو لے کر عراق چلے گئے اور وہ (معد رضی اللہ عنہ) اس وقت بارہ سال کے تھے، پس وہ (معد رضی اللہ عنہ) جوان ہونے تک بنی اسرائیل کے ساتھ رہے اور انہوں نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام معانہ تھا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ اہل حضور کے ساتھ رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بابلی کو ان پر مسلط فرمایا تو اس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام بحکم الٰہی ان کو ساتھ لے کر عراق چلے گئے۔ (روح البیان جلد ۶ صفحہ ۴۵۹)

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام نبی تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور وہ خالد بن سنان کے ایک سو سال بعد مبعوث ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ

نے اصحاب الرس کی طرف مبعوث فرمایا اور اصحاب الرس نے ان کی تکذیب کی اور انہیں شہید کردیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور انہیں تباہ و برباد کردیا۔

اصحاب الرس

تاریخ خمیس میں ہے کہ اصحاب الرس، ایک قوم تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے عنقاء پرندے کے ذریعہ آزمایا، وہ ایک نہایت خوبصورت پرندہ تھا اس کی گردن بہت ہی لمبی تھی اور اس کے اندر تمام رنگ تھے اور وہ ایک پہاڑ پر رہتا تھا اس پہاڑ کا نام فتخ یا دمخ تھا۔ اس کی گردن لمبی ہونے کی وجہ سے اسے عنقاء کہتے تھے اور جب وہ بیٹھتا تو آسمان کی جانب ایک میل تک اونچا ہوتا، وہ پرندہ اصحاب الرس کی قوم کے بچوں کو اچک لیتا تھا اور انسانوں کو شکار کرتا تھا تو اصحاب الرس نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو حضرت حنظلہ نے دعا فرمائی ان کی دعا سے وہ پرندہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کردیا۔ (تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۲۰۰)

اور بعض کے نزدیک یہ شعیب علیہ السلام جو اہل حضور کی طرف مبعوث ہوئے ان کا نام شعیب بن صیفی یا شعیب بن ضیفون ہے۔ چنانچہ امام شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی مورخ، ادیب، شاعر، لغوی، نحوی، ان کی پیدائش ۵۷۴ھ روم میں ہوئی اور وفات ۶۲۶ھ ۲۰ رمضان المبارک حلب شہر کے نزدیک خان کے مقام پر ہوئی اور اپنی کتاب ''معجم البلدان'' میں لکھتے ہیں۔

وذلك لقتلهم شعيب ابن صيفي ويقال ابن صيفون (جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

اور یہ درست نہیں ہے۔

اور امام اسماعیل حقی بن مصطفیٰ ابوالفدا الاستنبولی، الایدوسی، البروسوی، ان کی ولادت ۱۰۶۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔ (معجم المؤلفین جلد ۲ صفحہ ۲۶۶) ''روح البیان'' میں لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ جو نبی اہل حضور کی طرف مبعوث ہوئے ان کا نام موسیٰ بن میثا ہے۔ (جلد ۶ صفحہ ۴۵۹)

اور اسی طرح روح المعانی میں ہے:

اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقریباً آٹھ صد انتالیس (۸۳۹) سال کا فاصلہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی ولادت تک ایک صد اناسی برس کا فاصلہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ایک ہزار ترپن برس کا عرصہ ہے چنانچہ امام طبری علیہ الرحمہ بطریق ہشام بن محمد الکلبی وہ اپنے باپ محمد الکلبی سے وہ ابوصالح سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔

من موسى الى داؤد مائه وتسع و سبعون سنة ومن داؤد الى عيسى الف وثلاث و خمسون سنه (تاریخ الامم والملوک جلد ۱ صفحہ ۱۷۱) اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ترپن برس تھی۔ تاریخ طبری میں ہے۔

وكان جميع عمر سليمان بن داؤد فيما ذكر نيفا و خمسين سنه (جلد ۱ صفحہ ۳۶۲) اور جب حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات ہوئی اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر تیرہ برس تھی اور چالیس سال وہ بادشاہ رہے۔ تاریخ خمیس میں ہے۔

ان سليمان كان عمره ثلاثا و خمسين سنه و مدد ملكه اربعون سنه (الى ان قال) وملك بعد وفاة ابيه داؤد وهو ابن ثلاث عشرة سنه (جلد ۱ صفحہ ۲۵۳) مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل حضور کا واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کی

ولادت سے چھ سو انتالیس برس قبل ہوا اور امام علی بن برہان الحلبی ''انسان العیون'' میں لکھتے ہیں۔ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالی ارمیاء ان یحمل معه معد بن عدنان علی البراق کیلا تصیبه النقمه وقال فانی ساخرج من صلبه نبیا کریما اختم به الرسل ففعل ارمیاء، ذلك واحتمله معه الی ارض الشام فنشا معد مع بنی اسرائیل ثم عاد بعد ان هدات الفتن ای یموت بخت نصر۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو عرب پر مسلط فرمایا تو ارمیاء علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ معد بن عدنان کو براق (کشتی) سوار کر کے اپنے ساتھ لے جائیں تا کہ انہیں تکلیف نہ پہنچے اور فرمایا میں ان کی پشت سے نبی کریم ﷺ ختم المرسلین کو مبعوث کروں گا تو ارمیاء علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور انہیں اپنے ساتھ سرزمین شام لے گئے تو حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ وہاں بنی اسرائیل کے ہمراہ رہے، پھر بخت نصر بابلی کی موت کے بعد واپس تشریف لائے۔ (انسان العیون فی سیرت الامین المامون جلد ۱ صفحہ ۱۷، ۱۸)

ان دونوں روایات (امام قرطبی اور امام حلبی کی روایات) میں اختلاف ہے، امام قرطبی کی روایت میں عراق جانے کا اور حلبی کی روایت میں شام جانے کا ذکر ہے۔

اور بعض روایات میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت شعیاء بن ارمیاء علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرمایا اور حضرت شعیاء بن ارمیاء علیہ السلام حضرت زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے تھے اور حضرت شعیاء علیہ السلام بنی اسرائیل کو حضرت عیسیٰ و نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خوشخبری سناتے تھے اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا کرتے تھے اور حضرت شعیاء علیہ السلام صدیقہ (بادشاہ بنی اسرائیل) کے دور میں تھے ان کے شہید ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے

حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ (مظہری جلد ۵ صفحہ ۴۰۵ تا ۴۱۰) (احکام القرآن للقرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۵) (تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۲۷۸) اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرما دیا اور یہ بالکل غلط ہے چنانچہ تاریخ الخمیس، تفسیر مظہری، احکام القرآن للقرطبی میں ہے۔

من روی ان بخت نصر غزا بنی اسرائیل عند قتلھم یحیی بن زکریا، غلط عند اھل السیر والاخبار بل ھم مجموعون علی ان بخت نصر غزابنی اسرائیل عند قتلھم شعیاء فی عھد أرمیاء

(جلد ۱ صفحہ ۱۷۳) (قرطبی جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۷ و مظہری جلد ۵ صفحہ ۴۱۰)

حضرت ارمیاء و برخیا علیہما السلام

حضرت ارمیاء علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ''البدایہ والنہایہ'' میں لکھتے ہیں۔

''ارمیاء بن حلقیا من سبط لادی بن یعقوب علیہ السلام''

اور حضرت خضر علیہ السلام کا نام بھی ارمیاء ہے اس لئے بعض نے کہا کہ یہی خضر ہیں اور یہ صحیح نہیں، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد قیل انہ الخضر رواہ الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ عنھما وھو غریب لیس بصحیح

(البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۲۳)

اور برخیاء دو شخصوں کا نام ہے، ایک حضرت برخیاء حضرت زکریا علیہ السلام کے

والد ہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے حضرت زکریا علیہ السلام کا نسب اس طرح ذکر کیا ہے۔

"زکریا بن برخیا اور بعض نے زکریا بن دان اور بعض نے زکریا بن لدن بن مسلم بن صدوق بن حشیان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیقہ بن برخیا (یہ دوسرے ہیں) بن بلعاطہ بن ناحور بن شلوم بن بہفا شاط بن اینامن بن رجعام بن سلیمان بن داؤد" (البدایہ والنہایہ ج ۲ صفحہ ۴۷)

اور حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السلام اور حضرت برخیاء علیہ السلام ایک ہی زمانہ میں تھے اور یہ معلوم نہیں کہ وہ حضرت برخیاء جو ارمیاء کے دور میں تھے وہ کون سے ہیں۔ امام جعفر طبری ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ان اللّٰه تعالٰی اوحی الی ارمیاء وبرخیا ان اللّٰه قد انذر قومکما فلم ینتهوا (الی ان قال) وقد سلطت بخت نصر علیهم لا نتقم منهم فعلیکما بمعد بن عدنان الذی من ولده محمد صلی اللّٰه علیه وسلم الذی اخرجه فی آخر الزمان اختم به النبوه وارفع به من الضعه فخرجا تطوی لهما الارض حتی سبقا بخت نصر فلقیا عدنان قد تلقهما، فطویاه الی معدد ولمعد یومئذ اثنتا عشر سنه فحمله برخیا علی البراق وردف خلفه فانتهیا الی حران من ساعتهما وطویت الارض لارمیاء فاصبح بحران (الی ان قال) فلما مات بخت نصر خرج معدین عدنان معه الانبیاء، انبیاء بنی اسرائیل صلوات اللّٰه علیهم حتی اتی مکه فلما قام اعلامها فحج و حج معه الانبیاء ثم خرج معد حتی اتی ریسوب فاستخرج اهلها وسال عمن بقی من ولد الحارث

بن مضاض الجرهمی (الی ان قال) فقیل له بقی جرشم بن جلھمه فتزوج معد ابنة معانه فولدت له نزار بن معد.

اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیاء علیہما السلام کو وحی فرمائی کہ میں نے تمہاری قوم کو عذاب جہنم سے ڈرایا تو وہ باز نہیں آئے اور بلاشبہ میں نے ان سے انتقام لینے کیلئے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا ہے پس تمہیں لازم ہے کہ معد بن عدنان جن کی اولاد سے محمد ﷺ ہوں گے جن کو آخر زمانہ میں مبعوث کروں گا اور ان پر نبوت ختم کروں گا اور ان کی وجہ سے خوف زدہ لوگوں کے خوف کو دور کروں گا (لہٰذا تم معد بن عدنان کو وہاں سے لے جاؤ) پس وہ دونوں (ارمیاء و برخیاء علیہما السلام) نکلے ان کیلئے زمین سمٹ گئی حتیٰ کہ وہ بخت نصر سے پہلے پہنچ کر عدنان رضی اللہ عنہ کو ملے اور وہ معد کے پاس لے گئے اور اس وقت ان کی (معد کی) عمر بارہ برس تھی تو حضرت برخیاء علیہ السلام نے انہیں گھوڑے پر بٹھایا اور خود ان کے پیچھے بیٹھے اور شہر حران میں آ پہنچے اور حضرت ارمیاء علیہ السلام کیلئے زمین سمٹ گئی تو انہوں نے حران میں صبح کی پس جب بخت نصر فوت ہوا حضرت معد بن عدنان انبیاء بنی اسرائیل کے ہمراہ مکہ شریف تشریف لائے اور فریضہ حج ادا کیا اور ان انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی ان کے ساتھ حج کیا پھر حضرت معد بن عدنان ریسوب میں تشریف لائے اور اہل ریسوب سے حارث بن مضاض جرھمی کی بقیہ اولاد کے متعلق پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ ان کی اولاد سے جرشم بن جلمہ باقی بچے ہیں پھر حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ نے جرشم کی بیٹی معانہ سے نکاح کیا تو ان کے بطن سے نزار بن معد پیدا ہوئے (حران اور ریسوب یہ دو شہروں کے نام ہیں، ان کی تفصیل ہم ذکر آگے کرتے ہیں۔

حران

یہ موصل، شام، روم کے راستہ پر واقع جزیرہ اقور کا ایک بہت بڑا شہر ہے، اس کا اصل نام ہاران ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران نے اسے بنایا تھا پھر انہیں کے نام سے مشہور ہوگیا بعد میں ہاران سے حران مشہور ہوگیا، طوفان نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر سب سے پہلا شہر یہی ہے اور یہ شہر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوا، اس شہر سے علماء کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔ (معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶)۔

ریسوب

غالباً اس کا اصل نام، راسب ہے اور یہ مکہ شریف اور طائف کے درمیان ایک بستی ہے جس میں خثعم رہتے تھے۔

(از معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۱۳)

حضرت معد بن عدنان موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے

حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ کے متعلق اہل سیرت کا ایک قول یہ ہے کہ حضرت معد بن عدنان حضرت موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ احادیث مبارکہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اسی قول کو اولی و ارجح قرار دیا ہے، امام زبیدی ''تاج العروس'' میں لکھتے ہیں۔

وكان معد بن عدنان في زمن سيدنا موسى عليه السلام كما يعرفه من مارس علم التاريخ والانساب (جلد ۱ صفحہ ۲۷۵)

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں۔

وقيل في زمن موسى عليه السلام قال الحافظ ابن حجر وهو اولى (جلد ۱ صفحہ ۱۸)

ایک قول یہ ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، امام حافظ ابن حجر نے فرمایا یہی اولی ہے اور امام ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، الطبرانی، الحافظ الکبیر، مسند العصر، صدوق، واسع الحفظ، بصیر بالعلل والرجال والابواب، کثیر التصانیف، ان کی ولادت ۲۶۰ھ میں طبران شہر ماہ صفر میں ہوئی اور وفات ۲۸ ذی القعدہ شہر اصبہان بروز ہفتہ ۳۶۰ھ میں ہوئی، ان کی عمر ایک سو سال تھی۔

(معجم المولفین جلد ۴ صفحہ ۲۵۳، البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۷۰، مراۃ الجنان جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

اپنی کتاب ''المعجم الکبیر'' میں بطریق احمد بن الحسن المصری الابلی وہ عاصم سے وہ جسر بن فرقد سے وہ نہاس بن قہم القیسی سے وہ شداد سے وہ ابوعمارہ سے وہ حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لما بلغ ولد معد بن عدنان خمسون رجلا وقعوا على عسكر موسى عليه السلام وانتهوه، فدعا عليهم موسى بن عمران صلى الله عليه وسلم قال يا ربّ هؤلا ولد معد قد اغار واعلى عسكرى، فاوحى الله اليه يا موسى بن عمران لاتدع عليهم فان منهم، النبي الامي النذير البشير بجنتي ونهم امة مرحومة امه محمد الذين يرضون من الله باليسير من الرزق، ويرضى الله منهم بالقليل من العمل، فيدخلهم

الله الجنه بقول لا اله الا اِلله لان نبيهم محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب المتواضع في هيئة المجتمع له اللب في سكوته ينطق بالحكمة ويستعمل الحكم (اوالحلم) اخرجة من خير جيل من امه قريشا ثم اخرجه من هاشم صفوه قريش فهم خير من خير الى خير يصير (هو) وامته الى خير يصيرون۔

(المعجم الكبير جلد ۸ صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶) (مجمع الزوائد ومنبع الفرائد جلد ۸ صفحہ ۲۱۸) (الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ صفحہ ۲۶۰) (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۸)

جب معد بن عدنان کی اولاد پچاس آدمیوں تک پہنچ گئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے خلاف جنگ کی اور انہیں شکست دے دی تو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے انہیں بددعا دی اور بحضور ربّ کائنات عرض کی اے پروردگار یہ معد کی اولاد ہیں انہوں نے میرے لشکر کو غارت کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ بن عمران ان کو بددعا نہ دو پس بلاشبہ ان میں سے نبی اُمی، عذاب جہنم سے ڈرانے والے اور میری جنت کی خوشخبری سنانے والے ہوں گے اور ان میں سے اُمت مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے ایسی اُمت جو اللہ کی طرف سے تھوڑے سے رزق پر راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں محض لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کلمہ توحید (صدق دل سے) پڑھنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا کیونکہ ان کے نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں گے جو اپنی ہیئت میں نہایت متواضع اور ان کا سکوت ان کے فہیم ہونے کی دلیل ہوگا وہ وحی الٰہی سے بولیں گے اور وہ حکمتیں بیان فرمائیں گے میں اس نبی کو بہتر قوم سے پیدا کروں گا اس کی اُمت میں سے جو قریش ہیں (ان سے پیدا کروں گا) پھر میں اسے قریش میں پسندیدہ لوگ بنی ہاشم سے پیدا کروں

گا، پس وہ بہتر ہیں، بہتر لوگوں سے پیدا ہوں گے، بہتر اُمت کی طرف مبعوث ہوں گے وہ اور ان کی اُمت بہتری کی طرف پہنچیں گے (یعنی ان کا انجام بہتری ہوگا۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، لہٰذا اس سے اس قول کی تائید ہوگئی جس کو امام عسقلانی نے اولیٰ قرار دیا۔

سند حدیث

اس حدیث میں جسر بن فرقد القصاب ابوجعفر البصری ایک راوی ہیں اور وہ ضعیف ہیں، امام نورالدین ہیثمی امام ابن حجر عسقلانی نے ''مجمع الزوائد'' میں لکھا ہے:

فیہ جسر بن فرقد وھو ضعیف (جلد ۸ صفحہ ۲۱۸)

اور اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ میں لکھا ہے، مجمع الزوائد میں حسن بن فرقد لکھا ہے اور وہ غلط ہے، صحیح جسر بن فرقد ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی راوی نہیں لیکن اس کے باوجود کہ یہ حدیث اپنی مذکورہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے لیکن اگر اس حدیث کی کوئی اور سند مل جائے تو اس کا درجہ حسن ہے۔

حدیث ضعیف دوسری سند کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے

کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ اگر راوی جو صدوق (سچا) ہو اور امین ہو (دیانتدار) ہو اور اس کا حافظہ کمزور ہو تو اس کی حدیث ضعیف ہوتی ہے لیکن اگر اس حدیث کی کوئی اور سند مل جائے تو وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے اور حدیث حسن

لائق حجت ہے چنانچہ امام ابوزکریا شیخ الاسلام محی الدین یحییٰ بن شرف بن الخزامی، النووی، حوران کے شہر نوی میں ماہ محرم ۶۳۱ھ کو پیدا ہوئے اور بدھ کی رات ماہ رجب کی چودہ تاریخ ۶۷۶ھ کو نوی شہر میں وفات پائی۔ (مقدمۃ التدریب صفحہ ۳۱،۲۹)

اپنی کتاب ''التقریب'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

ما کان ضعفه لضعف حفظ روایه الصدوق الامین زال بمجیئه من وجه آخر وصار حسنا۔ یعنی جو حدیث صدوق امین راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار پائی ہو اس کا ضعف دوسری سند کے آنے کی وجہ سے زائل ہو جائے گا اور وہ حدیث حسن ہو جائے گی۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے اس کی شرح ''التدریب'' میں اس کی مثال ذکر فرمائی کہ امام ترمذی نے ایک حدیث بطریق شعبہ عاصم بن عبید اللہ سے وہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے وہ اپنے باپ عامر سے بنی فزارہ کی ایک عورت والی حدیث روایت فرمائی اور اس حدیث کی سند میں عاصم بن عبید اللہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے اس کے باوجود امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا کیونکہ اس حدیث کی اور سند بھی موجود ہے اس دوسری سند کے پائے جانے کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف ختم ہو گیا۔ (تدریب الراوی جلد ۱ صفحہ ۱۷۶) اور امام طبرانی کی حدیث بھی اسی لئے ضعیف قرار پائی کہ اس کی سند میں جسر بن فرقد راوی ضعیف ہے اور جسر بن فرقد، صدوق، صالح، امین تھے اور ان کا حافظہ کمزور تھا، چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ جرح نے ان کو صدوق کہا اور امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا۔

کان رجلا صالحا ولیس بالقوی کہ وہ نیک اور دیانتدار آدمی تھے اور وہ قوی نہیں تھے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۰۴) اور اس حدیث کی دو اور سندیں بھی ہیں ان سے

بھی اس کی تائید ہوتی ہے اس لئے امام طبرانی کی حدیث مذکورہ کا ضعف بھی ختم ہو جائے گا اور یہ حدیث حسن قرار پائے گی۔ اب ہم ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جن سے امام طبرانی کی مروی حدیث مذکورہ کی تائید ہوتی ہے۔

آباءِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول نہ ہوئی!

حدیث نمبر ا:

حدیث شریف میں ہے کہ بنی معد بن عدنان رضی اللہ عنہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دی تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بنی معد کے خلاف دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول نہ فرمائی۔

تاریخ خمیس میں امام دیار بکری فرماتے ہیں۔

ذکر الزبیر باسنا دله الی مکحول قال اغار الضحاك ابن معد علی بنی اسرائیل فی اربعین رجلا من بنی معد علیھم دراریع الصوف خاطمی خیلھم بحبال، اللیف فقتلوا وسبوا وظفروا فقالت بنو اسرائیل یا موسی ان بنی معد اغاروا علینا وھم قلیل، فکیف لو کانوا کثیرا واغاروا علینا وانت بیننا، فادع الله علیھم فتوضا وصلی وکان اذا اراد حاجه، من الله صلی ثم قال یا ربّ ان بنی معد اغاروا، علی بنی اسرائیل فقتلوا وسبوا وظفروا فسالونی ان ادعوك علیھم

فقال الله تعالی لا تدع علیهم فانهم، عبادی وانهم ینتهون عند اول امری وان فیهم، نبیا احبه واحب امة قال یا رب، ما بلغ محبتك له قال اغفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر قال یا ربّ ما بلغ محبتك لامة قال یستغفرنی مستغفرهم، فاغفرله ویدعونی داعیهم فاستجیب له قال یا ربّ واجعلهم من اُمتی قال نبیهم منهم قال یا رب، واجعلنی منهم قال تقدمت وتاخروا۔(جلد ا صفحہ ۱۴۷)

کہ حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ضحاک بن معد نے بنی معد کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ بنی اسرائیل کے ساتھ مقابلہ کیا، انہوں نے صوف کی زرہ پہنے ہوئے صوف کی رسیوں سے اپنے گھوڑوں کو نکیلیں دیئے ہوئے، تو (انہوں نے) ان کو (بنی اسرائیل کو) قتل کیا اور ان کو قیدی بنایا اور فتح یاب ہوگئے تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی، اے موسیٰ بنی معد نے ہمیں غارت کردیا حالانکہ وہ تھوڑے ہیں، تو اگر وہ زیادہ ہوں اور ہم سے قتال کریں تو ہمارا کیا حال ہوگا اور آپ ہم میں جلوہ گر ہیں تو آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں (کہ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کردے) پس موسیٰ علیہ السلام نے وضو فرمایا اور نماز ادا کی اور موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے نماز پڑھتے تھے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار بلاشبہ بنی معد نے بنی اسرائیل کو غارت کردیا' انہیں قتل کیا اور ان کی بے حرمتی کی اور کامران ہوگئے تو بنی اسرائیل نے مجھ سے عرض

کی ہے کہ میں ان کے خلاف تجھ سے دعا کروں (کہ وہ تباہ ہو جائیں) تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، ان کے خلاف دعا نہ کرو بلاشبہ وہ میرے محبوب بندے ہیں، پس وہ میرے پہلے امر میں انتہاء مقام تک پہنچیں گے اور بے شک ان میں ایسے نبی ہیں کہ میں اس نبی اور اس کی اُمت سے محبت رکھتا ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار اس نبی سے تیری محبت کس درجہ تک ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اس نبی سے اتنی محبت ہے کہ میں اس کے سبب سے اس کے اگلوں اور اس کے پچھلوں کے تمام گناہ بخش دیتا ہوں اور بخش دوں گا، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار اس نبی کی اُمت سے تجھے کتنی محبت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس اُمت کا کوئی فرد مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے گا تو میں اسے بخش دوں گا اور مجھ سے دعا کرے گا تو میں اس کی دعا کو قبول فرماؤں گا، تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار تو انہیں میری اُمت سے کردے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے نبی انہیں میں سے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ پھر تو مجھے اس اُمت سے کردے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ تو ان سے پہلے ہے اور وہ تیرے بعد ہوں گے۔

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضرت مکحول کا نام مکحول بن شہراب (یا سہراب) بن شاذل الہذلی (معجم المولفین جلد ۱۲ صفحہ ۲۱۹) کنیت ابوعبداللہ یا ابوایوب یا ابومسلم، عظیم محدث، فقیہ اور اپنے وقت کے امام تھے، امام ابوحاتم الرازی فرماتے ہیں۔

ما اعلم بالشام افقه من مکحول۔ (تذکرہ الحافظ جلد ۱ صفحہ ۱۰۸)
کہ مجھے معلوم نہیں کہ شام میں مکحول سے زیادہ فقیہ کوئی ہو۔
اور امام ابومسہر حضرت سعید بن عبدالعزیز سے راوی کہ سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اذا جاء بالعلم من الشام عن مکحول قبلناہ۔ جب حضرت مکحول سے مروی، شام سے کوئی علم کی بات آئے تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں۔
یعنی کسی علمی بات کے قبول ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے کہنے والے اور اسے روایت کرنے والے حضرت مکحول ہوں، اور حضرت مروان بن محمد نے سعید سے روایت کی کہ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔
لم یکن فی زمان مکحول ابصر منہ بالفتیا۔ کہ حضرت مکحول کے زمانہ میں ان سے زیادہ فتویٰ میں بصیرت رکھنے والا کوئی نہ تھا۔
یعنی سب سے زیادہ فتویٰ میں بصیرت رکھنے والے اور سب سے بڑے فقیہ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عثمان بن عطاء رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔
کان مکحول اعجمیا وکل ما قال بالشام قبل منہ۔ حضرت مکحول عجمی تھے اور انہوں نے شام میں جو کچھ فرمایا وہ مقبول ہے اور امام ابن عمار کا ارشاد ہے۔ کان مکحول امام اھل الشام۔ حضرت مکحول شامیوں کے امام تھے۔
حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کی پیدائش کابل میں ہوئی اور آپ جلیل القدر تابعی ہیں آپ نے حضرت ابوامامہ الباھلی رضی اللہ عنہ و حضرت انس، واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہما کی زیارت کی اور ان سے اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت فرمائیں آپ کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی اور بقول بعض ۱۱۳ھ میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۱)

حدیث نمبر۲:

امام حسین بن محمد البکری ارشاد فرماتے ہیں کہ

قال الزهری وحدثنی علی بن المغیرہ، قال لما بلغ بنو معد عشرین رجلا اغاروا علی عسکر موسی علیه السلام فدعا علیهم فلم یجب فیهم ثلاث مرات، فقال یا ربّ دعوتك علی قوم فلم تجبنی فیهم بشیء، فقال یا موسی دعوتنی علی قوم منهم خیرتی فی آخر الزمان۔

(تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸)

امام زہری نے فرمایا مجھے حدیث بیان کی حضرت علی بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب بنو معد بیس شخص ہوگئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو غارت کردیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف تین بار دعا کی اور ان کی دعا قبول نہ ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار میں نے ایک قوم کے خلاف تجھ سے دعا کی اور تو نے بالکل میری دعا قبول نہ فرمائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تو نے ایسی قوم کے خلاف مجھ سے دعا کی جن میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر نبی آخرالزماں ہوں گے۔

یہ حدیث پچھلی حدیث کے معارض نہیں کیونکہ عدد اقل اکثر کے منافی نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے امام طبری کی مروی حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ ان دو حدیثوں سے تائید ہونے کی وجہ سے حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن قرار پائی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

امام الائمہ الاعلام عالم الحجاز والشام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری الحافظ المدنی، یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن جعفر رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے شاگرد اور حضرت عطاء بن ابی رباح، ابوالزبیر مکی، عمر بن عبدالعزیز، عمرو بن دینار رضی اللہ عنہم کے استاذ ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

احسن اسانید تروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الزہری عن علی بن الحسین الخ۔

تمام اسانید میں سب سے احسن سند جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جائے وہ امام زہری کی سند حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے ہے۔

اور حضرت لیث رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

”کہ حضرت جعفر بن ربیعہ نے عراک بن مالک سے کہا، اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ فقیہ کون ہے، انہوں نے کہا، حضرت سعید بن المسیّب، عروہ، عبداللہ بن عبداللہ اور امام زہری“۔ پھر فرمایا: واعلمھم عندی جمیعا ابن شھاب الزھری۔ میرے نزدیک ان سب میں سب سے زیادہ عالم ابن شہاب زہری ہیں۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت مکحول رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ما بقی علی ظھرھا اعلم بسنۃ ماضیۃ من الزھری۔

سنت ماضیہ کا زہری سے زیادہ عالم روئے زمین پر کوئی باقی نہیں۔

اور حضرت لیث کا ارشاد ہے کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

ما رایت اکثر علما منه لو سمعة یحدث فی الترغیب لقلت لایحسن الا ھذا وان حدث عن الانساب لقلت لا یعرف الا ھذا وان حدث عن القرآن والسنه کان حدیثه نوعا جامعا۔

کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا ان سے اگر میں ترغیب کے متعلق کوئی حدیث سنوں تو میں کہتا ہوں کہ ان سے زیادہ احسن حدیث کوئی بیان نہیں کرتا اور اگر انساب کے متعلق کوئی حدیث بیان کریں تو میں کہتا ہوں کہ ان کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اگر وہ قرآن وسنت کی کوئی بات بتائیں تو ان کی حدیث نوع جامع کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام مالک کا فرمان ہے، امام زہری بہت سخاوت کرتے تھے۔

ومالہ فی الدنیا نظیر۔ دنیا میں (علم کے لحاظ سے) ان کا کوئی نظیر نہیں۔

امام زہری کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی اور ماہ رمضان ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۴۹، ۴۵۰ وتذکرہ الحفاظ جلد ا صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲)

ثابت ہوا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا وہ حدیث حسن ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ حدیث حسن لائق حجت ہونے میں حدیث صحیح کا درجہ رکھتی ہے، امام نووی فرماتے ہیں۔

ثم الحسن کالصحیح فی الاحتجاج به وان کان دونه فی القوه، ولھذا درجه طائفة فی نوع الصحیح۔

(التقریب جلد ا صفحہ ۱۶۰)

حدیث حسن لائق حجت ہونے میں صحیح حدیث کی طرح ہے اگرچہ وہ قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ کی ہے اسی لئے محدثین کے ایک گروہ نے حدیث حسن کو حدیث صحیح میں درج کیا ہے۔

یعنی اگرچہ حدیث حسن قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ ہے تاہم وہ حدیث اسی طرح قابل حجت ہے جیسے حدیث صحیح حجت ہے۔

لہٰذا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور یہی قول صحیح اور اولی وارجح ہے اس کے معارض جو اقوال ہیں کہ معد بن عدنان حضرت ارمیاء یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے وہ اس لئے معتبر نہیں کہ وہ سب اسرائیلیات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث مروی نہیں اسی لئے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

وعلی ھذا فیکون معد بن عدنان کما قال بعضھم فی عھد موسی علیہ السلام لا فی عھد عیسی علیہ السلام وھذا اولی۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۲۰) اور امام دیار بکری کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں۔

واما معد بن عدنان ففیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما تعرف سنۃ، وانما سمی معدًا لانہ کان صاحب حروب وغارات علی بنی اسرائیل، ولم یحارب احدا الارجع بالنصر والظفر۔ (جلد ا صفحہ ۱۴۷) کہ معد بن عدنان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا اور ان کا دین معروف نہیں اور ان کا نام اسی لئے معد رکھا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف بہت جنگ وغارات

کیا کرتے تھے اور جب بھی وہ کسی سے جنگ کرتے تو نبی کریم ﷺ کے نور مبارک کے سبب سے کامیاب و کامران لوٹتے تھے۔ علامہ زینی دحلان نے اس قدر اضافہ فرمایا۔

"بسبب نور النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم"

(السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ جلد ا صفحہ ۱۱)

اور اسی طرح سیرت حلبیہ جلد ا صفحہ ۱۶ میں ہے۔

ایک غلطی کا ازالہ

تاریخ خمیس کی عبارت مذکورہ میں ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ کا دین معروف نہیں، یعنی یہ معلوم نہیں کہ ان کا دین کیا تھا اور ان کے والد حضرت عدنان کے متعلق بھی (صفحہ ۴۶ جلد ا) پر ہے۔ ولم تعلم ملة حضرت عدنان کا دین معلوم نہیں۔

اس سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ (معد و عدنان) مومن تھے؟ یاد رہے یہ بات غلط ہے کہ حضرت معد و حضرت عدنان رضی اللہ عنہما کا دین معلوم نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

کان عدنان و معد و ربیعه و مضر و خزیمه واصله علیه ملت ابراهیم علی السلام فلا تذکروهم الا بخیر۔ (اخرجه ابن حبیب فی تاریخه عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما)

(مسالك الحنفاء صفحه ۳۷)

کہ عدنان و معد، مضر، ربیعہ، خزیمہ اور ان کی اصل (ان کے تمام آباء) دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے تو انہیں بھلائی کے ساتھ ہی یاد

کیا کرو۔ اس حدیث میں آقائے دوجہاں سرور کون و مکاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت عدنان اور حضرت معد رضی اللہ عنہما اور ان کے تمام آباء کرام کے مومن ہونے کی وضاحت فرما دی لہٰذا اس کے بعد ان کے ایمان میں اور ان کے دین اسلام پر ہونے میں شک کرنا، درست نہیں، امام دیار بکری کے علم میں ممکن ہے یہ حدیث نہ آئی ہو اس لئے وہ اس سے بری ہیں۔

حضرت معد رضی اللہ عنہ کے والد کا اسم گرامی

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ ہے

عدنان بروزن فعلان، عدن سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہے قائم کرنا۔

امام عبدالرحمٰن سہیلی رحمۃ اللہ علیہ ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں۔

واما عدنان ففعلان من عدن اذا قام۔ (جلد ۱ صفحہ ۸) اور علامہ زینی دحلان ''السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ'' میں لکھتے ہیں۔ انما سمی عدنان من العدن وھو الاقامہ (جلد ۱ صفحہ ۱۱) حضرت معد رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عدنان اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کی حفاظت پر مامور فرما دیا اور ہمیشہ کیلئے فرشتوں کو ان کے ساتھ قائم کر دیا۔

چنانچہ ''السیرت النبویہ'' اور تاریخ خمیس میں ہے۔

لان اللہ تعالی اقام ملائکۃ لحفظہ و سبب ذلك ان اعین الجن والانس کانت الیہ وارادوا قتلہ، وقالوا لئن ترکنا ھذا الغلام حتی یدرك مدارك الرجال لیخرجن من

ظهره من يسود الناس فوكل الله به من يحفظه، وفيه نور رسول الله صلى الله عليه وسلم

(سیرت نبویہ جلد ۱ صفحہ ۱۰) (تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۶)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو ان کی حفاظت کیلئے قائم فرما دیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جن وانس کی نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں اور آپ کو شہید کرنا چاہتے تھے اور ان کے متعلق کہتے کہ اگر اس بچے کو ہم نے چھوڑ دیا یہاں تک یہ جوان ہو جائے (اس کی جوانی تک اسے چھوڑ دیا) تو اس کی پشت سے وہ شخصیت پیدا ہوگی جو ہستی تمام لوگوں کی سردار ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کیلئے فرشتوں کو مقرر فرما دیا اور حضرت عدنان میں نبی کریم ﷺ کا نور مبارک جلوہ گر تھا۔ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے باپ کی طرف سے دو بھائی تھے، ایک کا نام نبت اور دوسرے کا نام عمرو ہے۔ چنانچہ امام طبری لکھتے ہیں۔

ولعدنان اخوان لابيه يدعى احدهما نبتا والاخر منهما عمروا۔

(تاریخ الامم والملوک جلد ۱ صفحہ ۱۹۱) اور آپ کی والدہ کا نام بلہا بنت ماعز بن قحطان ہے، امام ابن حبان (السیرۃ النبویہ) میں لکھتے ہیں۔ وام عدنان بن ادد بلها بنت ماعز بن قحطان (صفحہ ۴۹)

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ تک نبی کریم ﷺ کے سلسلہ پر تمام اہل سیرت اور مورخین علماء کا اجماع واتفاق ہے۔

چنانچہ امام عبدالرحمٰن سہیلی ''الروض الانف'' میں اور امام طبرانی ''تاریخ الامم والملوک'' میں لکھتے ہیں۔

فنسب نبینا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم لا یختلف النسابون فیه الی معد بن عدنان۔ امام عبدالرحمٰن سہیلی کی عبارت میں ہے۔

فالذی صح عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انه انتسب الی عدنان۔ (الروض الانف جلد ۱ صفحہ ۸ و تاریخ الامم والملوک جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

نسبِ نبوی ﷺ

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ تک نبی کریم ﷺ کا سلسلہ نسب خود رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح مروی ہے اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے اور وہ درج ذیل ہے۔

حضرت محمد ﷺ بن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، بن حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ، بن حضرت عبدمناف رضی اللہ عنہ بن حضرت قصی رضی اللہ عنہ بن حضرت کلاب رضی اللہ عنہ بن حضرت مرہ رضی اللہ عنہ بن حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن حضرت لوی رضی اللہ عنہ بن حضرت غالب رضی اللہ عنہ بن حضرت نضر رضی اللہ عنہ بن حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ بن حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بن حضرت مدرکۃ رضی اللہ عنہ بن حضرت الیاس رضی اللہ عنہ بن حضرت مضر رضی اللہ عنہ بن حضرت نزار رضی اللہ عنہ بن حضرت معد رضی اللہ عنہ بن حضرت عدنان رضی اللہ عنہ۔ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے بعد نبی کریم ﷺ کے سلسلہ نسب میں اختلاف ہے۔

چنانچہ امام طبری ''تاریخ الامم والملوک'' میں لکھتے ہیں:

"حدثنی یونس بن عبدالاعلی قال اخبرنا ابن وهب قال حدثنی ابن لهیعه، عن ابی الاسود وغیره عن نسبه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم محمد بن عبداللّٰه بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدمناف ابن قصی بن کلاب

بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانہ ابن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اددثم یختلفون فیہا ذلک"۔ (ج ۲ ص ۱۹۱) اور تمام علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں چنانچہ امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ "السیرۃ النبویہ" میں لکھتے ہیں۔ "لاخلاف ان عدنان من سلالۃ اسماعیل بن ابراھیم علیھما السلام" بلکہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان کتنے آباء ہیں۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "السیرت النبویہ" میں لکھتے ہیں:

واختلفوا فی عدۃ الا باء بینہ و بین اسماعیل علی اقوال کثیرۃ

"اب ہم مورخین کے ان تمام اقوال کا ذکر کرتے ہیں"۔ (ج ۱ ص ۴۷)

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کا نسب

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے نسب میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے: عدنان بن اددبن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعقوب بن نبت بن نابت بن انوش بن اسماعیل بن ابراھیم علیھما السلام۔

اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عدنان کا نسب یوں ہے۔

عدنان بن ادد بن الھسیع بن نابت بن اسماعیل بن

ابراھیم علیھم السلام۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نسب اس طرح ہے۔

عدنان بن اددبن سحب بن ایوب بن قیدر بن اسماعیل بابراھیم علیھم السلام۔

اور چوتھا قول یہ ہے کہ ان کا نسب یوں ہے۔

عدنان بن ادد بن امین بن شاجب بن ثعلبه بن عتر بن یربح بن محلم بن العوام بن المحتمل بن دائمه بن العیقان بن علة بن شحدود بن الظریف بن عبقر بن اسماعیل بن ابراھیم علیھم السلام۔

اور پانچواں قول یہ ہے کہ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

عدنان بن ادد بن عوج بن المعطم بن الطمح ابن القسود بن العبود بن دعدع بن محمود بن الزائد بن بدان بن الدرس بن حصص بن النزال بن القاسم بن المجثر بن معدد بن صیفی بن النبت بن قیدر بن اسماعیل بن ابراھیم علیھما اسلام۔

یہ پانچ اقوال امام ابن حبان نے ''السیرت النبویہ'' میں ذکر کئے ہیں (صفحہ ۴۰ تا صفحہ ۴۲) اور امام ابومحمد عبدالمالک بن ہشام المعاضری الحمیری البصری متوفی ۲۱۳ھ نے ''السیرت النبویہ'' میں حضرت عدنان کا نسب اس طرح ذکر کیا ہے:

عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراھیم علیھما السلام

(ج ا ص ۹)

اور امام ابن حجر عسقلانی نے امام ابوروبیہ علی محمد بن نصر سے نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے۔

عدنان بن ادبن اددد بن زید بن معد بن مقدم ابن هميسع بن نبت بن قيدار بن اسماعيل عليه السلام اور بعض کے نزدیک اس طرح ہے۔

عدنان بن ادد بن هميسع بن نبت بن شلامان بن حمل بن نبت بن قیدار

اور بعض نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

عدنان بن ادد هميسع بن المقوم بن ناحور بن يسرح بن يشجب بن مالك بن ايمن بن نبت بن قيدار بن اسماعيل عليه السلام۔

اور بعض نے اس طرح بیان کیا ہے۔

عدنان بن ادبن ادد بن هميسع بن يشجب بن سعد بن بريح بن نمير بن حميل بن منجم بن لافث بن صابوح بن كنانه بن العوام بن نابت بن قيدار۔

اور امام ابراہیم بن منذر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

عدنان بن ادبن ادد بن الهميسع بن نائب بن اسماعيل عليه السلام۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۲۰،۴۱۹) ان تمام اقوال میں صحیح ترین اور معتبر قول یہ ہے کہ عدنان رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک اس طرح ہے۔

عدنان بن ادد بن زند (یا زید) بن نبت بن اسماعيل عليه السلام۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح اسی طرح مروی ہے اس کے علاوہ تمام

اقوال تاریخ کی کتابوں سے منقول ہیں اور حدیث پاک سے ان کی تائید نہیں ہوتی۔

امام سہیلی ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں کہ:

واصح شي فيما بعد عدنان ماذكره الدولابي ابوالبشر من طريق موسى بن يعقوب عن عبداللّٰه بن وهب بن زمعه الزمعي عن عمه عن اُمِ سلمه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم انه قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بالنون بن اليرى بن اعراق الثرى قال اُمِ سلمه فزند هو الهميسع واليرى هو نبت واعراق الثرى هو اسماعيل۔ ''کہ حضرت عدنان کے بعد آپ کے نسب کے بارے زیادہ صحیح وہ روایت ہے جسے امام ابوبشر الدولابی نے بسند موسیٰ بن زمعہ الزمعی سے وہ اپنی چچی سے وہ حضرت ہند بنت ابی امیہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے، عدنان بن اود بن زند بن یری بن اعراق الثری، حضرت ام المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ زند سے ھمیسع، یری سے، نبت اعراق الثریٰ سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ (جلد ۱ صفحہ ۸)

امام دولابی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

امام ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعد الانصاری، الوراق، الرازی، الدولابی، محدث حافظ، مورخ، صاحب ''الاسماء والکنیٰ'' (معجم المولفین جلد ۸ صفحہ ۲۵۵)

امام ابوالفداء ابن کثیر ''البدایہ والنہایہ'' میں فرماتے ہیں:

"من حفاظ الحدیث"

امام دولابی حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ (جلد۱۱صفحہ۱۴۵)

ان کی پیدائش ۲۳۴ھ میں اور وفات ۳۲۰ھ ماہ ذی القعدہ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین جلد ۸ صفحہ ۲۵۵)

اور امام ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں کہ امام ابوبشر دولابی امام طبرانی کے شیخ ہیں۔ (جلد ۵ صفحہ ۴۱) اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الصغیر" میں درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن سحنویه بن الهیثم البرذعي بمصر قال حدثنا هارون ابوعبدالله صاحب المغازی عن عبدالعزیز بن عمران عن عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف قال اخبرني موسی بن یعقوب الزمعي قال اخبرني عمی ابوالحارث عن ابیه عن اُمِ سلمه زوج النبي صلی الله علیه وسلم قال سمعت رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم یقول معد بن عدنان بن ادبن ادد بن زید بن یری بن اعراق الثرا قال ثم قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم اهلك عاد او ثمود او اصحاب الرس و قرونا بین ذالك كثیر لا یعلمهم الا اللّٰه فكانت اُمِ سلمه تقول معد معد، عدنان، عدنان، وادد ادد، و زید (زند) همیسع، ویری نبت واعراق الثری اسماعیل بن ابراهیم (قال الطبراني) لا یروی عن اُمِ سلمه الا بهذا الاسناد تفرد به موسی۔ (المعجم الصغیر جلد ۲ صفحہ ۶۲)

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سحنویہ بن الہیثم البرزعی نے مصر میں

انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی صاحب مغازی ابوعبداللہ ہارون نے عبدالعزیز بن عمران سے وہ عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف سے انہوں نے کہا مجھے خبر دی موسیٰ بن یعقوب الزمعی نے انہوں نے کہا مجھے خبر دی میرے چچا ابوالحارث نے اپنے والد سے وہ حضرت اُمِ سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا معد بن عدنان بن ادبن ادد بن زید بن یری بن اعراق الثر ا (راوی نے کہا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہلاک کردیا قوم عاد، ثمود، اصحاب الرس اور بہت سی ایسی قوموں کو جنہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں معد تو معد ہیں، عدنان عدنان، اور ادو، زید اور بعض نسخوں میں زند ہے وہ ھمیسع اور یری نبت اور اعراق الثر ا حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہم السلام ہیں یہ حدیث حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔

سند حدیث

اس حدیث کی سند کا مدار موسیٰ بن یعقوب زمعی پر ہے اور وہ ثقہ ہیں امام ابن حجر عسقلانی ''تہذیب التہذیب'' میں لکھتے ہیں:

موسی بن یعقوب بن عبداللہ بن وھب بن زمعه بن الاسود ابن المطلب بن اسد بن عبدالعزی الاسدی الزمعی ابومحمد المدنی عن ابن معین ثقه و ذکره ابن حبان فی

الثقات قال ابن القطان ثقة۔

امام ابن معین سے مروی ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور ابن حبان نے انہیں اہل ثقہ میں ذکر کیا ہے اور ابن قطان نے کہا وہ ثقہ ہیں۔

لہٰذا اس حدیث سے اس قول کی تائید ہوگئی کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان چار آباء ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عدنان بن ادبن اددبن ھمیسع بن نبت بن اسماعیل علیہ السلام اور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہما حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان زیادہ عرصہ نہیں ہے اس لئے قرین قیاس بھی یہی ہے کہ حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان چار آباء کا واسطہ ہے نہ کہ زیادہ کا اسی لئے امام ابن حجر عسقلانی نے اسی قول کو ترجیح دی چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

وان كان في زمن موسى عليه السلام فالمعتمد ان بينهما العدد القليل (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۲۰)

اگر حضرت معد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے تو (ان کے نسب کے متعلق) معتبر قول یہ ہے کہ ان کے (حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام) درمیان عدد قلیل (چار آباء کا واسطہ ہو)

حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علیہما السلام کا درمیانی عرصہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے گئے اس کے درمیان پانچ صد پینسٹھ سال (۵۶۵) کا عرصہ ہے۔

امام ابوجعفر طبری ''تاریخ الامم والملوک'' میں لکھتے ہیں:

ومن مولد ابراهيم الى خروج موسى بنى اسرائيل من مصر خمس مائه و خمسا و ستين سنه (جلد۲صفحہ۱۷۱)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچ سو پچھتر برس کا عرصہ ہے۔ امام طبری لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضى الله عنهما انه قال من ابراهيم الى موسىٰ خمس مائه و خمس و سبعون سنة اور امام ابن الوردی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے درمیان پانچ سو پینتالیس برس (۵۴۵) کا عرصہ ہے کیونکہ جب حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو سال (۱۰۰) تھی اور جب ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی اور جب ان کے بیٹے لادی پیدا ہوئے اس وقت حضرت اسحٰق کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی اور جب ان کے بیٹے قاہاث پیدا ہوئے اس وقت لادی

کی عمر چھیالیس (۴۶) سال تھی اور جب ان کے بیٹے عمران پیدا ہوئے اس وقت قاہاث کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کے درمیان چار سو پچیس (۴۲۵) سال کا عرصہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے درمیان پانچ سو پینتالیس سال کا عرصہ ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی عمر ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر ایک سو سینتالیس (۱۴۷) سال، لادی کی عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال اور قاہاث کی عمر ایک سو ستائیس (۱۲۷) سال اور عمران کی عمر ایک سو چھتیس (۱۳۶) سال اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے۔ موسیٰ بن عمران بن قاہاث بن لادی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہما السلام (تتمہ المختصر فی اخبار البشر جلد اصفحہ ۱۷)

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا درمیانی عرصہ

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تقریباً پانچ سو کچھ سال کا عرصہ ہے کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حضرت نابت کعبہ معظمہ کے متولی ہوئے حضرت نابت کی وفات کے بعد بنی جرہم کعبہ شریف کے متولی بنے۔ تاریخ یعقوبی میں ہے: فلما توفی اسماعیل ولی البیت بعدہ نابت بن اسماعیل (الی ان قال) ولما توفی ثابت وقد تفرق ولد اسماعیل ولی البیت المضاض بن عمر والجرھمی (جلد اصفحہ ۲۲۲) لیکن اس کے باوجود کہ حکمران بنی جرہم تھے وہ بنی اسماعیل کا احترام کرتے تھے اور احتراماً

ولایت کعبہ کی ذمہ داری بنی اسماعیل ہی کے سپرد تھی چنانچہ حضرت نابت کے بعد متولی کعبہ ان کے بیٹے امین ان کے بعد یشجب بن امین ان کے بعد ھمیسع ان کے بعد اود پھر حضرت عدنان ولی کعبہ مقرر ہوئے۔ (تاریخ یعقوبی جلد ا صفحہ ۲۲۲) اور بنی جرہم تقریباً تین سو سال اور بقول امام مسعودی پانچ سو ساٹھ سال مکہ شریف کے حکمران رہے چنانچہ امام تقی الدین محمد بن احمد الحسنی الفاسی المکی متوفی ۸۳۲ھ لکھتے ہیں کہ۔ فاقاموا ولاۃ البیت نحو ثلاث مائة سنه بنی جرہم تین سو سال حکمران کعبہ رہے اور امام مسعودی سے نقل کرتے ہیں کہ

ان اول ملك من ملوك جرهم مضاض بن عمرو بن الرقيب مائه سنة ثم ملك بعده ابنه عمرو بن مضاض مائه و عشرون سنه ثم ملك الحارث بن عمرو مائه سنه ثم ملك بعده عمرو بن الحارث مائتي سنه ثم ملك بعده مضاض بن عمرو بن الاصفر اربعين سنه

(العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین جلد ا صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲)

کہ سب سے پہلے ملوک جرہم میں سے مضاص بن عمرو بن الرقیب حاکم ہوا ایک سو سال تک پھر اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن مضاض ایک سو بیس سال تک پھر اس کے بعد حارث بن عمرو ایک سو سال تک پھر اس کے بعد عمرو بن الحارث دو سو سال تک پھر اس کے بعد مضاض بن عمرو بن الاصفر چالیس سال حاکم رہا۔ اس طرح بنی جرہم کی حکمرانی کا دور پانچ صد ساٹھ (۵۶۰) سال تقریباً ہوتا ہے اس کے بعد بنی خزاعہ نے بنی جرہم کے ساتھ جنگ کی اور بنی جرہم کو مکہ معظمہ سے نکال دیا اور خود مکہ کے حکمران بن گئے اور ان کا

رئیس عمرو بن لحی الخزاعی لعنۃ اللہ علیہ تھا جس نے سب سے پہلے عرب میں شرک رائج کیا اور کعبۃ المعظمہ میں بت نصب کئے اور وہ جنگ حضرت عدنان کے والد حضرت ادد کے زمانہ میں ہوئی۔

چنانچہ امام احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب ابن واضح الکاتب العباسی المعروف بالیعقوبی متوفی ۲۸۴ھ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

وھلکت جرھم فی عصرہ (تاریخ یعقوبی جلد ا صفحہ ۲۲۲)

عرب میں سب سے پہلے شرک عمرو بن لحی الخزاعی لعنۃ اللہ علیہ نے رائج کیا

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد عرب دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم رہے پھر جب عمر بن لحی (حارثہ) بن عمرو بن عامر بن ماء السماء ابوخزاعہ کعبہ شریف کا متولی ہوا تو اس نے سب سے پہلے بتوں کی پوجا کو رائج کیا۔ حدیث شریف میں ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا کیونکہ سب سے اول اس نے عرب میں شرک رائج کیا تھا''۔

(بخاری شریف کتاب المناقب)

اور وہ تین صد چالیس سال (۳۴۰) زندہ رہا اور اس کی اولاد اس کے بعد ایک سوساٹھ برس (۱۶۰) کعبہ معظمہ کے متولی رہے۔

چنانچہ امام حلبی ''انسان العیون فی سیرت الامین المامون'' میں لکھتے ہیں:

وعاش عمرو بن لحی ھذا ثلثمائہ و اربعین سنہ و رای من ولدہ وولدہ الف مقاتل ای مکث ھو وولدہ من بعد فی ولایۃ البیت خمس

مائه سنه (ج ا ص ۱۱) اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے جد امجد حضرت قصی بن کلاب نے بنو خزاعہ سے جنگ کی اور انہیں مکہ معظمہ سے نکال دیا اور خود بیت اللہ کے متولی ہوئے۔

عمرو بن لحی سے پہلے بنی اسماعیل دین ابراہیمی پر ہی تھے

بنی اسماعیل حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے چنانچہ سیرت حلبیہ میں ہے۔

تظافرت نصوص العلماء على ان العرب من عهد ابراهيم استصرت على دينه اى من رفض عبادة الاصنام الى زمن عمرو بن لحي فهو اول من غير دين ابراهيم عليه السلام

(ج ا ص ۱۰)

علماء کی نصوص کثیرہ اس پر موجود ہیں کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر عمرو بن لحی کے زمانہ تک دین ابراہیمی پر قائم تھے یعنی وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے تو سب سے پہلے عمرو بن لحی نے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا۔ اس سے واضح ہوا کہ بتوں کی پوجا کا رواج عمرو بن لحی کے زمانہ سے ہوا اور وہ عمرو بن لحی حضرت ادد اور حضرت عدنان کے دور میں تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حضرت عدنان تک نبی کریم ﷺ کے تمام آباء کرام ملت ابراہیمی پر تھے اور مومنین صالحین ہی تھے اور حضرت عدنان سے حضرت مرہ تک تمام آباء کرام کے مومن ہونے کی احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور

حضرت کلاب سے حضرت عبداللہ تک تمام آباء کا ایمان بتقاضا عموم نصوص ثابت ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد مومنین صالحین اور محبوبان خدا تھے (کذافی مسالک الحنفاء) حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے ایک کا نام نبت بن ادد اور دوسرے کا نام عمرو بن ادد تھا۔

امام عبدالرحمٰن سہیلی (الروض الانف) میں فرماتے ہیں:

ولعدنان بن ادد اخوان نبت بن ادد و عمرو بن ادد (ج۱ص۱۳)

اور حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے آباء کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ امام دیار بکری نے ان کے نام اس طرح ذکر کئے ہیں۔

عدنان بن ادد بن الهميسع بن نبت بن حمل بن قيدار بن اسماعيل عليه السلام۔

اور ہم اسی کو اختیار کر کے آگے اس کی تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عدنان کے والد گرامی کا نام ادد تھا چونکہ حضرت ادد کی آواز لمبی تھی اور بنی اسماعیل میں وہ صاحب شرف تھے اس لئے ان کا نام ادد رکھا گیا۔ امام بکری فرماتے ہیں:

انما سمى ادد لانه كان مديد الصوت طويل العز و الشرف۔

اور سب سے پہلے عربی قلم سے لکھنا انہوں نے سیکھا اور اس وجہ سے بھی وہ صاحب فضیلت ہوئے۔ تاریخ خمیس میں ہے: اول من تعلم بالقلم من ولد اسماعیل ادد فضل بالکتابه علی اهل زمانه (ج۱ص۸۴۶) حضرت ادد کے والد کا نام ھمیسع تھا، حضرت ھمیسع کے حالات کی تفصیل ہمیں نہیں مل سکی، حضرت ھمیسع کے والد کا نام نبت تھا حضرت نبت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ظاہر

ہوتا تھا اور وہ نہایت ہی نیک سیرت انسان تھے اور اپنے آباء کرام کے نقش قدم پر قائم تھے اور وہ شکار کو بہت پسند کرتے تھے۔ امام دیار بکری فرماتے ہیں: وفیه نور رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخذ یسیر بسیرة حسنة یحب القنص ویتبع آثار آبائه" حضرت نبت کی والدہ کا نام سعیدہ تھا۔ تاریخ خمیس میں ہے: فتزوج امراءۃ من قومه یقال لها سعیدہ فولد له منها نبت (ج ا ص ۱۴۶) حضرت نبت کے والد کا نام حمل تھا، حضرت حمل رضی اللہ عنہ حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ امام دیار بکری فرماتے ہیں: وکانت ولادة حمل فی زمن یعقوب (تاریخ الخمیس ج ا ص ۱۴۶)

جب حضرت حمل رضی اللہ عنہ جوان ہوئے تو ان سے ان کے والد گرامی نے یہ عہد لیا کہ نور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حفاظت کرنا، یہ میثاق لینے کے بعد ان کو ہاتھ سے پکڑا اور انہیں جبل ثیر پر لے گئے "ثیر" مکہ معظمہ کے قریب ایک پہاڑ ہے وہاں ایک نوجوان شخص کی شکل میں حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت قیدار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے قیدار اپنا کان میری طرف کرو تا کہ میں آپ سے کوئی خفیہ بات کرسکوں تو حضرت قیدار نے اپنا کان ان کی جانب کیا پس عزرائیل علیہ السلام نے کان سے ان کی روح قبض کرلی تو حضرت قیدار زمین پر گر گئے، حضرت حمل یہ دیکھ کر ناراض ہوکر بولے اے فلاں تو نے میرے باپ کو قتل کردیا؟ ملک الموت نے کہا اے بچے اپنے باپ کو دیکھو کیا وہ میت ہے؟ حضرت حمل نے بغور دیکھنے کی غرض سے اپنا سر جھکایا تو ملک الموت غائب ہوگئے۔ حضرت حمل نے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا تو وہ جان گئے کہ وہ ملک الموت تھے اتنے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے کوئی شخص آیا اور اس نے حضرت قیدار کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور انہیں جبل ثیر میں دفن کیا۔ حضرت قیدار کی قبر انور جبل ثیر میں ہے

پھر حضرت حمل رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کی سعیدہ نامی خاتون سے نکاح کیا ان سے حضرت نبت پیدا ہوئے (تاریخ خمیس ج اص ۱۴۶) حضرت حمل رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی غاضرہ تھا اور وہ بنی جرہم کے رئیس کی صاحبزادی تھیں اور وہ رئیس بنی جرہم ذھل بن عمرو بن یعرب بن قحطان کی اولاد سے تھے اور قحطان حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں۔

حضرت قیدار رضی اللہ عنہ کے نکاح کا عجیب واقعہ

حضرت قیدار رضی اللہ عنہ کا حضرت غاضرہ سے نکاح کرنے کا عجیب واقعہ ہے اس واقعہ کو امام دیار بکری نے اپنی کتاب ''تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس'' میں ذکر کیا ہے۔

حضرت قیدار رضی اللہ عنہ کے خصائل

حضرت قیدار رضی اللہ عنہ کو سات خصلتیں عطاء کی گئیں:

نمبر (۱) الباس: (بہادری) یعنی حضرت قیدار بہت بہادر اور شجاع تھے۔

نمبر (۲) الشدۃ: (قوت و طاقت) حضرت قیدار بہت قوی اور طاقتور تھے۔

نمبر (۳) الصراع: (عاجزی و تواضع) حضرت قیدار بہت متواضع انسان تھے۔

نمبر (۴) الرمی: (تیر مارنا) حضرت قیدار تیر مارنے اور نشانہ لگانے کے ماہر تھے۔

نمبر (۵) القنص: (شکار کرنا) حضرت قیدار پرندوں اور جانوروں کو شکار کیا کرتے تھے۔

نمبر (۶) الفروسیہ: (گھوڑے پر سواری کرنا) حضرت قیدار شہ سوار تھے۔

نمبر (۷) صاحب الضفیرہ: حضرت قیدار نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں، زلفوں والے تھے اور حضرت قیدار رضی اللہ عنہ جب کوئی جانور یا پرندہ شکار فرماتے تو وہ شکار کیا ہوا جانور یا پرندہ بولتا اور یہ کہتا: لا تذبحنی حتی تسمی اللہ ولا تاکل مما لم یذکر اسم اللہ"۔ علیہ

کہ مجھے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہے بغیر ذبح نہ کرنا اور جس مذبوح پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھانا۔

حضرت قیدار رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک سورج کی طرح چمکتا تھا۔ اس لئے انہیں حکم ہوا کہ پاکیزہ عورتوں سے نکاح فرمائیں کیونکہ کسی مشرک عورت کا بطن اس نور مقدس کے لائق نہیں ہے تو حضرت قیدار نے یہ سمجھ کر حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے جو عورتیں ہیں وہی پاکیزہ ہیں اور اس نور مقدس کے منتقل ہونے کے لائق وہی ہیں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد سے ایک سو عورتوں سے نکاح فرمایا مگر ان میں سے کوئی بھی اس نور مبارک کی حاملہ نہ ہوئی ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت قیدار رضی اللہ عنہ شکار کیلئے تشریف لے گئے تو جنگلی جانوروں اور پرندوں نے عار دلائی اور یہ آواز دی کہ اے قیدار ہمیں شکار کرنے سے یہ بہتر ہے کہ جو نور مبارک آپ کے چہرۂ انور میں چمک رہا ہے اس کو آپ اس نور کی جائے ودیعت میں منتقل کرنے کا ارادہ کرلیں تو آپ اللہ ابراہیم سے ڈریں:

"قد آن لك ان یخرج نور ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم من ظهرك" آپ کی پشت مبارک سے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کے منتقل ہونے کا وقت آگیا ہے تو حضرت

قیدار رضی اللہ عنہ مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے گھر واپس تشریف لائے اور فرمایا مجھے اللہ ابراہیم علیہ السلام کی قسم جو میں نے ان جانوروں اور پرندوں کی زبان سے سنا جب تک مجھ پر یہ واضح نہ کر دیا جائے میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا اور غمگین ہو کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان آدمی کی صورت میں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور آ کر اس نے سلام کہا اور فرمایا اے قیدار اللہ تعالیٰ نے آپ کو روئے زمین کا بادشاہ بنایا ہے اور آپ کو آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عیص جیسی قوت عطا فرمائی ہے اور آپ کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور منتقل فرما دیا ہے اور وہ آپ کی اولاد سے ہوں گے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل میں منتقل نہیں ہوں گے تو اگر آپ بحضور اللہ ابراہیم علیہ السلام قربانی کریں تو اللہ تعالیٰ آپ پر یہ بیان فرما دے گا کہ آپ کس خاتون سے نکاح فرمائیں۔ تو حضرت قیدار رضی اللہ عنہ اسی جگہ تشریف لے گئے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کیلئے لے گئے تھے اور حضرت قیدار نے سات سو دنبے ذبح فرمائے اور یہ دعا فرمائی الٰہی اگر تو مجھے وہ بچہ عطا فرمانے والا ہے تو میری اس قربانی کو قبول فرما اور مجھے بیان فرما دے کہ کس خاتون سے نکاح کروں؟ اور جب ہی کوئی دنبہ ذبح فرماتے تو آسمان سے سفید زنجیر کی صورت میں آگ اترتی اور اس دنبہ کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے جاتی حتیٰ کہ آسمان سے یہ ندا آئی اے قیدار تجھے اتنا ہی کافی ہے، آپ کی دعا قبول کر لی گئی اور آپ کی یہ قربانی مقبول ہوگئی ہے'' پس آپ شجرہ الوغد (وغد کسی درخت کا نام

ہے) کے نیچے جا کر سو جائیں اور خواب میں جو آپ کو حکم دیا جائے
اس پر عمل کریں تو حضرت قیدار اس درخت کے نیچے آ کر سو گئے،
خواب میں انہیں ہاتف نے ندا کی اور فرمایا:

یا قیدار ان هذا النور الذی فی وجهك نور محمد صلی اللّٰه علیه وسلم وهو النور الذی فتح اللّٰه به الانوار و خلق الدنیا، لاجله وانه عربی لا ینبغی ان یجری الا فی العربیات فابتغ لنفسك عربیه ولیکن اسمها الغاضره۔

اے قیدار یہ نور جو آپ کے چہرہ میں جلوہ گر ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ہے، یہ وہ نور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نور اسی نور سے پیدا فرمائے اور اسی نور کے سبب دنیا پیدا فرمائی اور یہ عربی ہیں تو عربی عورتوں کے بطن میں ہی منتقل ہونا چاہئیں گے پس آپ اپنے لئے کوئی عربی عورت تلاش کریں اور اس کا نام غاضرہ ہو تو حضرت قیدار بیدار ہوئے اور بہت خوش ہوئے اور بنی جرھم کے رئیس کی صاحبزادی حضرت غاضرہ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت حمل رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۱۴۶) حضرت قیدار کے نام میں اختلاف ہے بعض نے قیذر ذکر کیا ہے اور قیذر کا معنی ہے بادشاہ چونکہ حضرت قیذر اپنے زمانہ میں عرب کے بادشاہ تھے اس لئے ان کا نام قیذر رکھا گیا، حضرت عدنان کا نسب حضرت قیذر تک پہنچتا ہے اور سند کے لحاظ سے یہ روایت قوی ہے۔ چنانچہ امام عبدالرحمٰن سہیلی ''الروض الانف'' میں لکھتے ہیں۔

وذکر من وجه قوی فی الروایه عن نساب العرب ان نسب عدنان یرجع الی قیذر بن اسماعیل وان قیذر کان الملك فی زمانه وان معنی قیذر الملك اذفر (جلد ۱ صفحہ ۹) اور امام زبیدی ''تاج العروس'' میں

لکھتے ہیں کہ حضرت قیذر کے بارے میں بعض علماء کا قول ہے کہ وہ نبی تھے اور ان کا مزار عجم میں سلطانیہ شہر کے قریب ہے اور لوگ اس مزار مبارک کی زیارت کیلئے جاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

"وقیذار بن اسماعیل بن ابراھیم علیھم و علی نبینا افضل الصلٰوۃ والسلام وھو ابوالعرب وقد قیل فی بنوته ایضا وله مشھد یزار قریبا من السلطانیه بالعجم واعقب من ولده حمل بن قیذار"۔

حضرت قیذار کا ایک بیٹا اور بھی تھا اسے سواری کہا جاتا تھا۔ "تاج العروس" میں ہے۔

"وله ابن آخر یفقال له سواری" (جلد۳صفحہ۴۸۵)

اور حضرت قیذر علیہ السلام کے گیارہ بھائی اور تھے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) نابت: وہ سب سے بڑے تھے (۲) مشا (۳) اربل (۴) صمعا (۵) معاشی (۶) ذما (۷) آزر (۸) طسما (۹) بطور (۱۰) نیشا (۱۱) قیدما۔

امام فاسی المکی "العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین" میں لکھتے ہیں۔

واما اولاد اسماعیل علیه السلام فقال ابن ھشام حدثنا زید بن عبداللّٰه البکائی عن محمد بن اسحاق قال ولد اسماعیل بن ابراھیم اثنی عشر رجلا نابتا وکان اکبرھم وقیذار واربل ومشا و صمعا و ماشی، وذما و آزر و طسما و بطور و نیشا و قیدما۔ (جلد۱صفحہ۱۳۶)

حضرت قیدار کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ بنت مضاض جرہمیہ اور بقول بعض ہالہ بنت حارث ابن عمرو الجریمی ہے اور حضرت قیدار رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور لقب ذبیح اللہ ہے اور وہ اللہ کے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مارب یمن اور حضر موت کے طرف مبعوث فرمایا اور آپ نے پچاس سال دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اس عرصہ میں بہت تھوڑے سے لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی عمر ایک سو سینتیس سال تھی جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت اسحاق نبی اللہ علیہ السلام کو اپنی بیٹی حضرت نسمیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عیص رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کرنے کی وصیت فرمائی تو حضرت اسحاق علیہ السلام نے ایسا ہی فرمایا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات مکہ شریف میں ہوئی اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور کے ساتھ مقام ابراہیم میں مدفون ہوئے۔

(تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں

اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟ امام عبدالرحمٰن سہیلی اور امام محب الدین الطبری کے نزدیک ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور صحیح یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ امام فاسی فرماتے ہیں۔

واختلف فی الذبیح ھل ھو اسماعیل بن ابراھیم او اخوہ اسحاق بن ابراھیم والصحیح انہ اسماعیل۔

(العقد الثمین جلد ۱ صفحہ ۱۳۴)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن المسیب، امام شعبی، حضرت

حسن بصری، مجاہد، ربیع بن انس محمد بن کعب القرظی، امام کلبی رضی اللہ عنہم اور بروایت عطاء بن ابی رباح و یوسف بن ماہک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور صاحب مظہری نے بھی اس قول کو صحیح کہا ہے۔ (تفسیر مظہری جلد ۸ صفحہ ۱۲۶) اور علامہ محمود آلوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''القول الفصیح فی تعیین الذبیح'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی حضرت ابو ہریرہ، ابوالطفیل، ابوجعفر الباقر، ابوصالح، سعید بن جبیر، یوسف بن مہران، ابوعمرو بن العلاء، امام احمد بن حنبل وغیرہم ائمہ اعلام کا بھی یہی قول ہے اور اسی قول کو اکثر محدثین نے ترجیح دی اور امام ابوحاتم نے اسی قول کو صحیح کہا، پھر کتاب ''الھدی'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ علماء صحابہ، تابعین، اتباع تابعین کے نزدیک یہی قول صحیح ہے (روح المعانی ج ۲۳ صفحہ ۱۲۱) اور اس مسئلہ کے فریقین علماء کے دلائل موجود ہیں، ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان دلائل کو ذکر نہیں کرتے، جسے اس کی تفصیل مطلوب ہو وہ تفاسیر کا مطالعہ کرے خصوصاً ''مظہری و روح المعانی'' وغیرہما کتب تفاسیر کو دیکھے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نام کی وجہ تسمیہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام اسماعیل اس لئے رکھا گیا کہ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نہ تھی اور آپ اولاد صالح کی دعا فرمایا کرتے تھے اور کہتے اسمع یا ایل (اے اللہ میری دعا قبول فرما) ایل کا معنی اللہ ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف جب ننانوے برس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمائے جب ان کی اولاد ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کا نام اسماعیل رکھ دیا حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے اکلوتے بیٹے تھے

اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت ہاجرہ تھا اور وہ اردن کے بادشاہ صاردن قبطی کی اُمِ ولد تھیں، اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کی تھیں اور اس کا واقعہ مشہور ہے۔ (تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۸۵، ۱۳۰) حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والد جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار عورتوں سے نکاح فرمایا، سب سے پہلے حضرت سارہ بنت ہاران ملک حران یا ہاران اکبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچے کی صاحبزادی تھیں اور وہ نہایت ہی حسین تھیں حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی تین حصہ زیادہ حسین تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی کردی یہ دیکھ کر حضرت سارہ نے کہا اے ابراہیم جس ربّ نے آپ پر اس آگ کو برد وسلام کردیا اس ربّ پر ایمان لائی ہوں پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر واپس تشریف لائے اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ (تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۸۵)

حضرت سارہ کے بعد حضرت ہاجرہ قبطیہ سے نکاح ہوا، حضرت ہاجرہ کے بعد جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس کے بعد قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے اور اس کے بعد حجور بنت اھیب عربیہ سے نکاح کیا۔ (تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۱۳۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تقریباً تیرہ بیٹے تھے۔ ایک حضرت سارہ سے، ان کا نام حضرت اسحاق علیہ السلام ہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چودہ سال چھوٹے تھے جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت سارہ کی عمر نوے (۹۰) سال تھی، جس رات حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ کے بطن اقدس میں منتقل ہوئے اسی رات اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب نازل کیا اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام

کی عمر تقریباً ایک سو بارہ سال تھی، ایک حضرت ہاجرہ قبطیہ سے ان کا نام حضرت اسماعیل ہے اور چھ بیٹے قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) مدین (۲) مدان (۳) نیشان (۴) زمران (۵) یشبق (۶) یشرخ

اور پانچ بیٹے حجور بنت اہیب سے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) کیسان (۲) سروح (۳) امیم (۴) لوط (۵) یاسن

اور تمام انبیاء بنی اسرائیل حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہوئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے صرف نبی کریم ﷺ ہوئے۔

(تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۱۳۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت

حضرت ابراہیم علیہ السلام جمعہ کی رات دس محرم الحرام طوفان نوح کے ایک ہزار اکاسی (۱۰۸۱) سال بعد نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور طوفان نوح حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے دو ہزار دو سو بیالیس سال بعد آیا اور بعض کے بقول حضرت ابراہیم علیہ السلام طوفان کے ایک ہزار دو سو بیالیس سال بعد پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک ایک ہزار دو سو تیس سال بعد پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے تین ہزار آٹھ سو سینتیس سال بعد پیدا ہوئے۔ (تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۷۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام سوس یا بابل، یا کسکر یا حران میں پیدا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بھائی تھے۔

نمبر ۱: ہاران، حضرت لوط علیہ السلام کے والد

نمبر ۲: ناحور، حضرت لقمان علیہ السلام کے دادا

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام نونان یا اونا بنت نمرود تھا۔

(تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۷۸، ۷۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام میں علماء و مورخین کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے اور امام مقاتل ابن حبان فرماتے ہیں کہ ان کا نام تارخ ہے اور آزر ان کا لقب ہے اور امام محمد بن اسحاق، ضحاک، کلبی کے نزدیک ان کا نام آزر اور تارخ دونوں ہیں۔ (مظہری جلد ۳ صفحہ ۲۵۶) لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے اور آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور لفظ اب (باپ) کا اطلاق عم (چچا) پر بھی ہوتا ہے اور یہ کلام عرب میں شائع ہے۔ قرآن کریم میں بھی لفظ اب چچا کیلئے استعمال ہوا ہے۔ سورہ بقرہ میں ہے۔

نعبد الهك واله آبائك ابراهيم و اسماعيل و اسحق الها واحدا۔

(یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا) ہم عبادت کریں گے تیرے اور تیرے باپ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق علیہم السلام کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے دادا ہیں اور اسماعیل علیہ السلام ان کے چچا ہیں۔

چنانچہ قاضی ثناء اللہ مظہری فرماتے ہیں:

وكان آزر على الصحيح عما لا براهيم والعرب يطلقون الاب على العم كما فى قوله تعالى نعبد الهك واله ابائك ابراهيم و اسماعيل و اسحاق الها واحدا وكان اسمه ناحور

وکان ناحور علی دین آبائه الکرام ثم لما صار وزیر النمرود اختار الکفر للحرص فی الدنیا و ترک دین آبائه

(مظہری جلد ۳ صفحہ ۲۵۶)

اور سورہ ابراہیم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ وانما کان عماله وکان اسمه ابیه تارخ (مظہری جلد ۵ صفحہ ۲۷۹) اور امام فخر الدین "مفاتیح الغیب" میں لکھتے ہیں۔

ان آزر ما کان والد ابراھیم علیه السلام بل کان عماله فاما والده فهو تارخ (جلد ۱۳ صفحہ ۴۰) اور علامہ احمد صاوی مالکی حاشیہ جلالین، میں لکھتے ہیں:

هو عمه واسم ابیه تارخ وسمی ابا علی عادة الاکابر من تسمیه العم ابا (صفحہ ۳۹) اور علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں لکھتے ہیں

هو عمه لا ابوه الحقیقی والعرب تسمی العم ابا کما تسمی الخاله اما (جلد ۱۳ صفحہ ۴۳۰) اور امام زبیدی "تاج العروس" میں فرماتے ہیں۔

هو اسم عم ابراهیم علیه وعلی نبینا افضل الصلوٰة والسلام فی الایه المذکوره وانما سمی العم ابا و جری علیه القرآن العظیم علی عاده العرب فی ذلك لانهم کثیرا ما یطلقون الاب علی العم واما ابوه فانه تارخ وهذا باتفاق النسابین لیس عندهم اختلاف فی ذلك۔ کذا قاله الزجاج والفراء (جلد ۳ صفحہ ۱۲)

یعنی قول باری تعالیٰ واذ قال ابراهیم لابیه آزر اتتخذا صناما الهه" میں آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے اور قرآن کریم میں یہ لفظ عرب کے طریقہ کے مطابق استعمال ہوا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر عرب لفظ اب کا

اطلاق عم (چچا) پر کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہی تھا اور اس پر تمام علماء (علم نسب کے ماہرین) کا اتفاق ہے، اسی طرح امام زجاج اور امام فراء نے فرمایا ہے۔

اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء میں رقم طراز ہیں۔

ان آزر لیس ابا ابراهيم كما ورد عن جماعه من السلف (صفحہ ۲۸)

اور ''الدرج المنیفہ'' میں فرماتے ہیں:

واما آزر فالا رجح كما قال الرازی انه عم ابراهيم لا ابوه، وقد سبقه الى ذلك جماعه من السلف (صفحہ ۱۱) اور امام ابن ابی حاتم بسند ضعیف سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن ابی شیبہ ابن المنذر، ابن ابی حاتم باسانید صحیح، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے اور امام ابن المنذر ربسند صحیح ابن جریج سے اور ابن ابی حاتم بسند صحیح حضرت سدی سے راوی ہیں کہ لیس آزر بابيه انما هو ابراهيم بن تارخ۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں ان کے والد تارخ ہی ہیں۔

اور اس کی تائید اس اثر سے ہوتی ہے جس کو امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ حضرت سلیمان ابن صرو ابن الجون صحابی متوفی ۹۵ھ سے روایت کیا ہے۔

لما ارادوا ان يلقوا ابراهيم في النار جعلوا يجمعون الحطب حتى ان كانت العجوز لتجمع الخطب، فلما ارادوا ان يلقوه في النار قال حسبی الله ونعم الوكيل، فلما القوه قال الله "يا نار كونی بردًا وسلامًا علٰی ابراهيم" فقال عم ابراهيم من اجلی دفع عنه، فارسل الله عليه شرارة من النار فوقعت علی قدمه

فاحرقته

جب (نمرود کی جماعت نے) ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو لکڑیاں جمع کرنے لگے حتیٰ کہ بوڑھی عورتیں بھی لکڑیاں اکٹھی کرتی تھیں پھر جب ان کو آگ میں ڈالنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا "مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے" تو جب انہوں نے ان کو آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا" تو ابراہیم علیہ السلام کا چچا (آزر) بولا کہ میری وجہ سے ابراہیم سے آگ کی گرمی دور ہوئی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگ کا ایک شعلہ اس کی جانب ارسال فرمایا اور وہ اس کے قدم پر آپڑا تو اسے جلا دیا۔ اس حدیث میں صراحت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور وہ انہیں ایام میں ہلاک ہو گیا جن ایام میں ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور سورۃ توبہ میں ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ "ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کیلئے اس وقت استغفار کرنا ترک فرما دیا جب ان پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے"۔ اور احادیث مبارکہ میں یہ صراحت ہے کہ وہ مشرک ہی مرا اور اس کے مرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اس کیلئے استغفار کرنا چھوڑ دیا۔

چنانچہ امام ابن ابی حاتم صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں آپ نے فرمایا: ما زال ابراهيم عليه السلام يستغفر لابيه حتى مات، فلما تبين له انه عدو لله فلم يستغفر له۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کیلئے اس کی موت تک استغفار کرتے رہے تو جب ان پر واضح ہوا کہ وہ

اللہ کا دشمن ہے پھر اس کیلئے آپ نے استغفار نہیں فرمایا اور محمد بن کعب قتادہ، مجاہد، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم اور دیگر اجلہ تابعین سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی زندگی میں اپنے باپ کے ایمان کی امید رکھتے تھے تو جب وہ ایمان نہ لایا اور مشرک ہی مرا تو آپ نے اس کیلئے استغفار کرنا چھوڑ دیا، پھر آپ نے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ کے بعد شام کی طرف ہجرت فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن کریم میں واضح فرمایا، پھر ہجرت سے کچھ مدت بعد آپ مصر میں تشریف لائے اور ایک ظالم بادشاہ کے ساتھ حضرت سارہ کی وجہ سے واقعہ ہوا اور اس نے آپ کو حضرت ہاجرہ ہبہ کی پھر آپ واپس شام میں تشریف لائے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مکہ شریف میں حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتقل کرنے کا حکم فرمایا تو آپ نے انہیں وہاں منتقل فرما دیا اور یہ دعا فرمائی۔ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع سے ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب تک۔ اس حدیث سے واضح ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائے مغفرت اپنے والدین کیلئے آزر کے ہلاک ہونے کے طویل عرصہ بعد فرمائی اس سے ثابت ہوا کہ جس کے کافر ہونے کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور اس کے لئے ترک استغفار ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وہ حضرت خلیل اللہ کا چچا ہیں آپ کا حقیقی باپ نہیں ہے۔ (مسالک الحنفاء صفحہ ۳۰، ۲۸) اور اسی پر مورخین واہل کتاب کا اجماع ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، تفسیر مظہری میں ہے۔ قد صرح به الشهاب الهيثمی بان اهل الكتاب والتاريخ اجمعوا على ان آزر عم ابراهيم (جلد ۳ صفحہ ۲۵۶) نیز قاضی ثناء اللہ مظہری ارشاد باری حکایہ عن ابراہیم علیہ السلام "ربنا اغفرلی ولوالدی" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ هذا الايه تدل على ان والديه عليه السلام كانا مسلمين

(جلد ۵ صفحہ ۷۹) کہ یہ آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض کتب میں ہے"یہ قول کہ" آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا، اور یہ کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے آدم علیہ السلام تک مومنین صالحین تھے ان میں ایک بھی غیر مسلم نہیں تھا" شیعوں کا ہے، یہ مذہب اہل سنت کا نہیں؟" علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں۔

والذی عول علیه الجم الغفیر من اهل السنه ان آزر لم یکن والد ابراهیم علیه السلام وادعوا انه لیس فی آباء النبی صلی الله علیه وسلم کافرا صلا (الی ان قال) والقول بان ذلك قول الشیعه ناشئی من قلة التتبع۔

(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۶۹)

یعنی اہل سنت کے جم غفیر نے جس قول کو معتمد اور معتبر قرار دیا وہ یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد نہیں ہے اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم ﷺ کے آباء میں کوئی بھی کافر نہ تھا اور اسے اہل تشیع کا قول قرار دینا قلت تتبع کی بناء پر ہے۔

علامہ آلوسی کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ اکثر اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں ہے بلکہ ان کا چچا ہے اور یہ کہ نبی کریم ﷺ کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایک بھی کافر نہ تھا اور اسے اہل تشیع کا قول قرار دینا درست نہیں، حضرت ابراہیم

علیہ السلام کی والدہ کا نام مثلی تھا۔امام ابن ابی حاتم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی

کہ۔ان اسم امه مثلی۔(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۶۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات حالت سجود میں اچانک ہوئی انبیاء میں سے تین کو اچانک موت آئی۔

(۱) وفات ابراہیم علیہ السلام (۲) حضرت داؤد علیہ السلام (۳) حضرت سلیمان علیہ السلام۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی اس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر پچھتر (۷۵) سال تھی۔امام ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

ومات ابراهیم وسن اسحٰق خمس و سبعون سنه۔(تتمۃ المختصر جلد ۱ صفحہ ۱۷) اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نواسی سال تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اکثر علماء کے نزدیک دوسو سال تھی اور بعض کے نزدیک ایک سو پچانوے سال تھی (تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۱۲۷) اور امام ابن الوردی کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال تھی۔"تتمۃ المختصر فی اخبار البشر" میں ہے۔

عاش ابراهیم مائه و خمسا و سبعین۔(جلد ۱ صفحہ ۱۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

"ابراهیم بن تارخ بن ناخور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن شالخ بن قینان بن ارفحشذ بن سام بن نوح علیه السلام"

(تاریخ ابن الوردی جلد ۱ صفحہ ۱۵)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد حضرت تارخ

کی عمر ستر سال تھی۔ تاریخ ابن الوردی میں ہے۔

ولما صار لتارخ سبعون سنه ولدله ابراهیم خلیل الله صلی الله علیه وآله وسلم (جلد ۱ صفحہ ۱۴) اور حضرت تارخ رضی اللہ عنہ کی کل عمر دو سو پانچ سال تھی اور جب حضرت تارخ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پینتیس سال تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر چھتیس سال اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر بائیس سال تھی اور حضرت تارخ کے دو بھائی تھے۔

(۱) آزر (۲) ہاران (حضرت سارہ کے والد) اور امام بکری فرماتے ہیں کہ حضرت تارخ کی عمر دو سو پچاس سال تھی (تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۷۷)

اس طرح حضرت تارخ کی وفات کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی سال ہوتی ہے۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اکاسی اور حضرت اسحاق کی ستاسٹھ (۶۷) ہوتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء مومنین و صالحین تھے

حضور سید الانبیاء احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ کے آباء کرام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت تارخ رضی اللہ عنہ تک تمام آباء کرام کا مومنین، صالحین، محبوبان خدا ہونا ہم دلائل قاہرہ و براہین قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں فللہ الحمد، اور اب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء کرام حضرت تارخ سے حضرت نوح علیہ السلام تک کے مومنین صالحین اور محبوبان خدا ہونے پر دلائل پیش کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت ارفخشذ سے حضرت تارخ تک تمام آباء کے

مومن ہونے کی صراحت ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ومن ولد ارفخشذ الی تارخ و رد التصریح بایمانھم فی اثر (مسلک الحنفاء صفحہ ۲۷) امام ابن سعد ''طبقات'' میں بطریق کلبی حضرت ابوصالح سے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ان نوحا علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام لما ھبط من السفینہ ھبط الی قریہ (وکان معہ ثما نون رجلا) فبنی کل رجل منھم بیتا فسبیت سوق الثمانین فغرق بنو قابیل کلھم، وما بین نوح الی آدم من الاباء کانوا علی السلام، فلما ضاقت بھم سوق الثمانین تحولوا الی بابل فبنوھا فکثروا بھا حتی بلغوا مائہ الف وھم علی الاسلام ولم یزالوا علی الاسلام وھم ببابل حتی ملکھم نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح فدعاھم نمرود الی عبادۃ الاوثان ففعلوا۔ (طبقات ابن سعد) کہ حضرت نوح علیہ السلام (طوفان ختم ہونے کے بعد) اسی افراد کے ہمراہ ایک بستی میں اترے تو ہر شخص نے اپنا ایک گھر بنایا تو اس جگہ کا نام سوق الثمانین رکھ دیا گیا اور قابیل کی تمام اولاد طوفان میں غرق ہوگئی اور نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام آباء دین اسلام پر عمل پیرا تھے، پھر جب مقام ''سوق الثمانین'' ان پر تنگ پڑگئی تو پھر انہوں نے بابل کا شہر بنایا تو اس وقت ان کی تعداد اور بڑھتی گئی حتیٰ کہ ایک لاکھ افراد ہوگئی اور وہ سب کے سب دین اسلام پر عمل پیرا تھے اور وہ ہمیشہ دین اسلام پر ہی قائم رہے اور وہ بابل شہر میں

رہتے تھے یہاں تک کہ نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن نوح ان کا بادشاہ ہوا تو اس نے انہیں بتوں کی پوجا کی دعوت دی پس انہوں نے بتوں کی پوجا شروع کردی۔ اس حدیث پاک سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ حضرت تارخ سے حضرت نوح علیہ السلام تک پھر ان سے حضرت آدم علیہ السلام تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام مومنین صالحین اور محبوبان خدا تھے اور یہ کہ آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ تک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کا دین ایک ہی دین اسلام تھا اور کوئی دین نہ تھا یعنی اس سے وحدت دین بھی ثابت ہوئی، اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ دین فطرت ہے۔

آقائے دوجہاں سرورکون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ ای علی فطرۃ الاسلام۔ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ دین نہ کبھی تبدیل ہوا نہ ہوسکتا ہے نہ ہوگا۔

ارشاد ربّ کریم ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

(سورہ الروم ۳۰)

''اللہ تعالیٰ کی ڈالی بناء جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی بنائی ہوئی چیز تبدیل نہیں ہوسکتی یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

لہٰذا اسی ایک دین دین اسلام پر قائم رہو کہ دین صرف یہی ہے اور کوئی

نہیں تو جو دین اسلام کا دشمن ہے وہ اپنی فطرت کا دشمن ہے اور جو اپنی فطرت کا دشمن ہو وہ کسی اور کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا اسی لئے حکم ہوا ایمان والو! جو لوگ اپنی فطرت کے دشمن ہیں تم انہیں اپنا دوست مت سمجھو وہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے بلکہ وہ تمہارے بھی دشمن ہی ہیں۔ حضرت تارخ کے والد کا نام ناخور ہے جب حضرت تارخ پیدا ہوئے تو اس وقت ان کے والد کی عمر بقول امام بکری ستائیس سال تھی چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے۔

وولد لنا خور تارخ بالمثناه فوق وفتح الراء بعد ما مضی من عمره سبع وعشرون سنه (جلد ۱ صفحہ ۷۷) اور امام ابن الوردی کے نزدیک ان کی عمر اناسی سال تھی۔

''تتمۃ المختصر فی اخبار البشر'' میں ہے۔

ولما صار لناخور تسع و سبعون سنه ولدله تارخ۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۳)

اور حضرت ناخور رضی اللہ عنہ کے والد کا نام شاروغ اور توریت میں ان کا نام سروعا لکھا ہے جب وہ پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر بقول ابن الوردی ایک صد تیس سال اور بقول امام بکری تیس سال تھی اور حضرت ساروغ کی پوری عمر تین صد برس تھی۔ حضرت ساروغ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت راغو یا ارغو تھا جب حضرت شاروغ پیدا ہوئے اس وقت حضرت ارغو کی عمر بتیس یا دوسو بتیس برس تھی اور حضرت ارغو کی پوری عمر دوسو انتالیس یا تین صد انتالیس تھی، توریت میں ان کا نام سرور لکھا ہے۔ حضرت ارغو رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت فالغ رضی اللہ عنہ تھا جب حضرت ارغو پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر تیس یا ایک صد تیس سال تھی اور جس زمانہ میں حضرت ارغو پیدا ہوئے اسی زمانہ میں بنو نوح (حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد) کئی قبائل ہوئے اور مختلف علاقوں میں آباد ہوئے اور مختلف زبانیں

بولنے لگے اور اس وقت طوفان نوح کو چھ صد ستر سال ہو چکے تھے اس سے قبل سب کی زبان ایک ہی تھی یعنی عربی زبان تھی، حضرت فالغ کی پوری عمر تین صد اٹھالیس برس تھی، حضرت فالغ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام میشاصا تھا اور حضرت فالغ رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی تھے ان کا نام قحطان تھا، حضرت فالغ کے والد کا نام حضرت عابر تھا بقول بعض حضرت عابر ہود علیہ السلام کا نام ہے اور وہی حضرت فالغ کے والد ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا اور قوم عاد، عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد تھے اور عاد کے دو بیٹے تھے ثمود، و جدلیس اور طسم عملاق، امیم لادد بن سام بن نوح کی اولاد تھے اور وہ سب عربی تھے اور بنو عاد بہت طویل القامت لوگ تھے حتیٰ کہ ان میں سب سے چھوٹا شخص ساٹھ ہاتھ کا ہوتا تھا اور سب سے بڑے آدمی کا قد ایک سو ہاتھ ہوتا تھا اور وہ احقاف یعنی مقام عالج، دھناء اور مدین، میں عمان اور حضرموت کے درمیان رہتے تھے اور وہ بتوں کے پجاری تھے، ان کے بتوں کے نام (۱) صدا (۲) صمودا (۳) لہبا تھا۔

جب حضرت ہود علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے اور انہیں بتوں کی پوجا سے منع کیا تو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے اور حضرت ہود علیہ السلام اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے اللہ نے انہیں نجات عطا فرمائی اور وہ اس کے بعد مکہ شریف چلے آئے اور پھر وہیں رہے اور مقام ابراہیم کی جگہ حضرت ہود علیہ السلام مدفون ہوئے اور بقول بعض حضرموت میں مدفون ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی پوری عمر ایک صد پچاس یا چار سو چونسٹھ برس تھی، قوم عاد کے تباہ ہونے کے بعد پچاس سال دنیا میں جلوہ گر رہے، جب حضرت ہود (عابر) کی عمر ایک سو چونتیس سال ہوئی تو اس وقت حضرت فالغ پیدا ہوئے۔

حضرت غابر علیہ السلام کے والد کا نام حضرت شالخ رضی اللہ عنہ تھا، حضرت غابر جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سوتیس سال تھی اور بقول بعض صرف تیس برس تھی اور حضرت شالخ رضی اللہ عنہ کی پوری عمر چار سو چونتیس یا چار سو چونسٹھ یا چار صد ساٹھ برس تھی، جب حضرت شالخ پیدا ہوئے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چھ سو انہتر سال تھی۔

حضرت شالخ کی والدہ کا نام مرجانہ تھا اور شالخ کا معنی رسول (قاصد) ہے، امام ابن الوردی کے نزدیک حضرت شالخ کی ولادت طوفان کے دو سو چھہتر سال بعد ہوئی، اس وقت حضرت شالخ کی عمر چوہتر سال تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی پوری عمر نو صد پچاس سال تھی، اس طرح جب حضرت شالخ پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر آٹھ صد چوہتر برس تھی۔

حضرت شالخ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت قینان رضی اللہ عنہ تھا، جب حضرت شالخ پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک صد انتالیس سال تھی اور حضرت قینان کی پوری عمر چار صد تیس سال تھی، حضرت قینان طوفان کے ایک سو چونتیس سال بعد پیدا ہوئے،

حضرت قینان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت ارفخشذ رضی اللہ عنہ تھا۔ ارفخشذ کا معنی ہے، مصباح مضیی (روشن چراغ) جب حضرت قینان پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک صد پینتیس سال تھی اور حضرت ارفخشذ کی پوری عمر چار صد پینسٹھ سال تھی اور بقول بعض ان کی عمر چار صد اڑتیس سال تھی۔

حضرت ارفخشذ کے مومن ہونے کی حدیث میں صراحت ہے، امام ابن عبدالکریم نے ''تاریخ مصر'' میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث میں یہ لفظ ہیں۔ انه ادرك جده نوحا وانه دعا له ان يجعل الله

الملك والنبوه في ولده۔ یعنی حضرت ارفخشذ نے اپنے جد امجد حضرت نوح علیہ السلام کی زیارت کی اور حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے اس بیٹے کی اولاد کے نصیب میں نبوت اور زمین کی بادشاہت کر دے۔

(مسالک الحنفاء صفحہ ۲۷)

حضرت ارفخشذ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت سام علیہ السلام ہے، حضرت سام علیہ السلام کا مومن ہونا با جماع اُمت اور قرآن حکیم کی نص قطعی سے ثابت ہے کیونکہ وہ اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں رہے اور طوفان سے نجات پائی اور کشتی نوح میں صرف ایمان والے ہی تھے، بلکہ حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت سام علیہ السلام نبی تھے۔ اس حدیث کو امام سعد نے ''طبقات'' میں اور زبیر بن بکار نے ''الموفقیات'' میں اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا۔ (مسالک الحنفاء صفحہ ۲۷) جب حضرت ارفخشذ پیدا ہوئے اس وقت حضرت سام علیہ السلام کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی، حضرت ارفخشذ رضی اللہ عنہ کے چار بھائی تھے۔

(۱) ارم (۲) اسوز (۳) عویم (۴) لاود اور عرب، فارس، یمن، روم، عاد، ثمود، طسم، جدیس، سب کے سب حضرت سام کی اولاد ہیں۔ حضرت سام علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے قائم مقام تھے، حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں اپنا وصی اور ولی عہد بنایا تھا، حضرت سام علیہ السلام کی اولاد زمین کے وسط میں یعنی حرم شریف میں اور اس کے ارد گرد یمن سے عمان تک اور اس میں بیت المقدس اور دریائے نیل، فرات، دجلہ، سیحون بھی شامل ہیں رہائش پذیر ہوئے اور حضرت سام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی اور آپ کا دارالحکومت بھی وہی جگہ تھی، حضرت سام کی پوری عمر چھ سو (۶۰۰) سال تھی اور حضرت سام علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے ان کی والدہ کا نام حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا تھا اور بعض کے نزدیک حضرت سام کی

والدہ کا نام عمورہ رضی اللہ عنہا تھا اور وہ پاک سیرت، مومنہ صالحہ تھیں۔

تاریخ خمیس میں ہے:

"فتزوج نوح عمورة وكانت من الصالحات القانتات فولدت له ساما"۔

حضرت سام طوفان سے اٹھانوے سال قبل پیدا ہوئے، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر پانچ سو سال تھی اور عرب و عجم کے تمام انبیاء علیہم السلام حضرت سام بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ امام بکری فرماتے ہیں:

"ومن ولده الانبياء كلهم عربهم و عجمهم"۔

حضرت سام علیہ السلام کے تین بھائی تھے۔

(۱) یافث۔ حضرت یافث کی اولاد سے ترک، یاجوج ماجوج، خوز، عمالقہ، ترخان ہیں اور وہ روم کے شمال میں اور چین میں اور اس کے اردگرد رہائش پذیر ہوئے۔

(۲) حام۔ ان کی اولاد سے سوڈانی (حبشہ، زنج، نوبہ، فرنج قبطی ہیں۔

(۳) یام۔ اور اس کو کنعان بھی کہا جاتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ جس کا نام داغلہ تھا، کا بیٹا تھا وہ اور اس کی ماں دونوں کافر تھے اور وہ دونوں طوفان میں غرق ہو گئے اور ان کی اولاد بھی ساری غرق ہو گئی اس کی نسل کا کوئی فرد باقی نہ رہا۔ حضرت سام علیہ السلام کے والد گرامی حضرت نوح علیہ السلام ہیں، آپ کا لقب آدم ثانی ہے کیونکہ تمام بنی نوح انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام اہل ارض کی جانب اللہ کی طرف سے مبعوث کئے ہوئے سب سے پہلے رسول ہیں۔ (تاریخ خمس جلد ۱ صفحہ ۷۶، ۷۷، تتمۃ المختصر فی اخبار البشر جلد ۱ صفحہ ۱۲، ۱۳)

حضرت نوح علیہ السلام کے اصل نام میں علماء کو اختلاف ہے، امام قشیری نے ان کا

نام یشکر، حیات الحیوان میں ان کا نام عبدالجبار، الانس الجلیل میں ان کا نام عبدالغفار، ذکر کیا ہے اور نوح آپ کو اس لئے کہا جاتا تھا کہ ایک بار آپ نے کتے کو فرمایا اللہ نے تجھے کتنا وحشی بنا دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے عبدالغفار تم اس کو اچھا بنا دو بس اسی وجہ سے اس قدر روئے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر وحی فرمائی اور فرمایا اے نوح کتنا روؤ گے بس کرو، تو بہت رونے کی وجہ سے آپ کو نوح کہا جاتا تھا اور آپ تین سو سال تک روتے رہے اور بعض نے آپ کے رونے کی یہ وجہ بیان کی کہ آپ اپنی اُمت کیلئے استغفار کرتے ہوئے بہت روتے تھے حضرت نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس وقت ان کی عمر چار صد اسی سال تھی اور آپ نے ایک سو بیس سال دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اور بہت تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے پھر آپ نے ان کے خلاف طوفان کی دعا فرمائی اس وقت ان کی عمر چھ صد سال تھی اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قابیل بن آدم کی اولاد اور حضرت شیث علیہ السلام کی نسل کے جو لوگ قابیل کی اولاد سے مل گئے تھے ان کی طرف مبعوث فرمایا وہ سب کفار تھے۔

کشتی نوح علیہ السلام

جب حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کیلئے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم فرمایا کہ ایک کشتی بناؤ اور اس میں اولاد اور دیگر ایمان والوں کو سوار کرنا اس طرح میں تمہیں طوفان سے نجات عطا فرماؤں گا تو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی وہ چھ سو ساٹھ ہاتھ لمبی اور تین سو تیس ہاتھ چوڑی اور تینتیس ہاتھ اونچی تھی اور اس کے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے تھے ہر تختہ پر ہر ایک نبی کا نام لکھا ہوا تھا، پہلے تختے پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت شیث، تیسرے پر حضرت ادریس، چوتھے پر

حضرت نوح، پانچویں پر حضرت ہود، چھٹے پر حضرت صالح، ساتویں پر حضرت ابراہیم، اسی طرح تمام انبیاء کرام کے اسمائے گرامی اور آخری تختہ پر حضرت محمد ﷺ کا اسم مقدس لکھا تھا، جب کشتی تیار ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے نوح ابھی یہ کشتی نامکمل ہے اس میں چار تختے اور شامل کرو اور دریائے نیل میں بہت لمبا درخت ہے اسے کاٹ کر اس سے وہ تختے بناؤ حضرت نوح علیہ السلام نے عوج بن عنق کو بھیجا اور وہ اس درخت کو کاٹ لایا اور نوح علیہ السلام نے اس کے چار تختے بنائے اور اپنی کشتی کو مکمل کیا ان میں پہلے تختہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، دوسرے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، تیسرے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، چوتھے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکھا تھا، حضرت نوح علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرائیل یہ چار کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا یہ چار خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے اصحاب ہیں، ان کی اُمت کے اقطاب ہیں جس طرح آپ کی کشتی ان چار تختوں کے بغیر مکمل نہیں ہوئی ایسے ہی محمد ﷺ کی اُمت ان چار شخصیتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوگی۔

(تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۶۸، ۶۹)

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب

حضرت نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

نوح بن لامخ بن متوشلح بن اخنوخ بن یزد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام"۔

بعض نے حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لمک ذکر کیا ہے بعض نے لامک ذکر کیا ہے جب حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر پانچ صد بچانوے سال تھی۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کو ایک سو چھبیس برس ہو چکے تھے، حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کا نام صحیح روایت کے مطابق شمخاء بنت انوش اور بقول بعض قینوش ابنہ مراکیل بن فحویل یا مراکیل بن مخاویل یا مخاویل بن اخنوخ ہے، تاریخ خمیس میں بحوالہ معالم التنزیل اور انوار التنزیل امام بکری لکھتے ہیں۔

"کان لمك وشمخا ابوا نوح مومنین"۔ (جلد ۱ صفحہ ۶۸)

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے والدین، لمک و شمخاء دونوں مومن تھے اور تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو اٹھاسی سال تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترے ایک ہزار چھ صد بیالیس سال ہو چکے تھے اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چونتیس سال ہوئی اس وقت حضرت مہلائل بن قینان نے آٹھ صد پچانوے سال کی عمر میں وفات پائی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر دو سو چھیاسٹھ برس ہوئی تو اس وقت یزد بن مہلائیل نے نو سو باسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا حضرت اخنوخ یعنی حضرت ادریس علیہ السلام جب آسمانوں پر اٹھائے گئے اس وقت ان کی عمر تین سو پینسٹھ سال تھی اور حضرت لامخ کی عمر تیرہ برس تھی اور یہ واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت سے ایک صد پچھتر (۱۷۹) برس قبل ہوا اور نوح علیہ السلام کے دادا حضرت متوشلخ بن اخنوخ کی وفات طوفان کے ابتدائی ایام میں ہوئی اس وقت ان کی عمر نو صد انہتر سال تھی۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۰، ۱۱)

اور حضرت لامخ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت متوشلخ رضی اللہ عنہ ہے حضرت متوشلخ رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد حضرت اخنوخ (ادریس) کی عمر ایک سو پینسٹھ سال تھی اور حضرت متوشلخ کی والدہ کا نام ہدانہ یا ادانہ یا روحا ہے جب حضرت ادریس علیہ السلام کا ان سے نکاح ہوا اس وقت ان کی عمر پینسٹھ برس تھی، حضرت

متوشلح ؑ اپنے والد کے نقش قدم پر تھے اور آپ نے سب سے پہلے ہاتھی پر سواری کی۔ (تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۶۷، ابن الوردی جلد ۱ صفحہ ۱۰) حضرت لامخ جب پیدا ہوئے اس وقت حضرت متوشلح ؑ کی عمر ایک سو ستاسٹھ (۱۶۷) سال تھی۔

حضرت متوشلح ؑ کے والد کا نام حضرت اخنوخ (ادریس) ہے، حضرت اخنوخ نبی تھے اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور بقول بعض حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو ساٹھ سال بعد پیدا ہوئے اور جمہور کے نزدیک دوصد سال بعد پیدا ہوئے۔

جب حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر بیس سال ہوئی تو اس وقت حضرت شیث علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترے ایک ہزار ایک صد بیالیس سال ہو چکے تھے۔ حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ سال تھی۔

(ابن الوردی جلد ۱ صفحہ ۱۰)

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے اور سب سے پہلے سلے ہوئے کپڑے آپ نے پہنے اور کپڑے سینے کا کام آپ نے ہی شروع فرمایا اور سب سے پہلے قلم سے لکھنا بھی آپ نے شروع کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے اور آپ پر چار مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ نیز علم نجوم اور علم الحساب (ریاضی) کے بانی بھی آپ ہیں۔ یونانی حکماء آپ کو ہرمس الحکیم کہتے ہیں اور سب سے پہلے اسلحہ آپ نے تیار کرنا شروع کیا اور کفار (اولاد قابیل) کے خلاف جہاد کرتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور اس وقت ان کی عمر تین سو پینسٹھ سال تھی اور آپ زندہ ہیں۔

چار نبی زندہ ہیں

چار نبی زندہ ہیں دو زمین میں۔ نمبر ۱: حضرت خضر علیہ السلام۔ نمبر ۲: حضرت الیاس علیہ السلام اور دو سمانوں میں۔ نمبر ۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ نمبر ۴: حضرت ادریس علیہ السلام۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی والدہ کا نام اشنوث یا بزورہ تھا۔ (تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۶۵، ۶۶، ۶۷) (حضرت اخنوخ (ادریس) کے والد کا نام یزد رضی اللہ عنہ ہے) جب حضرت یزد پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک صد پینسٹھ سال تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر چار صد ساٹھ سال تھی، ان کے والد نے انہیں اپنا وصی بنایا تھا۔

امام دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وکان ھو القائم بوصیۃ ابیہ" (تاریخ الخمیس جلد ۱ صفحہ ۶۵)

حضرت یزد کے والد کا نام حضرت مہلائیل رضی اللہ عنہ ہے، مہلائیل کا معنی ممدح (تعریف کیا ہوا یا تعریف کرنے والا) ہے۔

زمین پر پہلے دو شہر

کائنات ارضی پر حضرت اخنوخ (ادریس) کے دادا حضرت مہائیل نے بابل کا شہر عراق میں اور بلد سوس خوزستان میں بنایا، یہی دو شہر سب سے پہلے بنائے گئے اور آپ نے معاون کا استخراج کیا اور اپنے دور کے لوگوں کو مسجدیں بنانے کا حکم فرمایا اور مزامیر وغیرہ آلات لہو بھی آپ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔

قابیل بن آدم کی اولاد کے ایک شخص تو بال نامی نے مزامیر طنبورے، طبلے وغیرہ آلات لہو بنائے۔ حضرت مہلائیل نے زراعت وغیرہ کی ترغیب دی اور اعمال صالحہ کا حکم فرمایا۔ (تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۶۴) تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ حضرت مہلائیل کی عمر ایک سو پینتیس برس ہوئی تو آدم علیہ السلام کی وفات ہوگئی اور اس وقت

بنی آدم کی تعداد چالیس ہزار تھی (جلد ۱ صفحہ ۱۰) جب حضرت مہلائیل پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک صد ستر سال تھی۔ حضرت مہلائیل رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت قینان رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت قینان جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر نوے سال تھی، حضرت قینان کی والدہ کا نام نعمۃ بنت شیث بن آدم علیہ السلام ہے۔ حضرت انوش رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام مخوایلہ بنت آدم علیہ السلام ہے اور وہ حضرت حوا علیہا السلام کی نہایت حسینہ و جمیلہ بیٹی تھیں، ان کا نکاح خود ربّ کائنات نے فرمایا اور خطبہ نکاح تمام فرشتوں کی موجودگی میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پڑھا، حضرت انوش رضی اللہ عنہ اپنے والد کے وصی تھے جب حضرت انوش پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر چھ سو پانچ برس تھی، انوش کا معنی صادق ہے۔ حضرت انوش رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت شیث علیہ السلام ہے۔

ولادت حضرت شیث علیہ السلام

حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت حضرت ہابیل کے قتل ہونے کے پانچ سال بعد ہوئی اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی، حضرت شیث علیہ السلام شکل و صورت کے لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے اور اولاد آدم میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے افضل اور آدم علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت انہیں لیل و نہار کی ساعات اور ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ عبادت کی تعلیم فرمائی اور انہیں اپنا وصی مقرر کیا اور آپ کو طوفان نوح کی خبر دی، آپ پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔

ہبوط آدم کے ایک ہزار ایک سو بیالیس سال بعد آپ کی وفات ہوئی اور جبل ابی قبیس میں مدفون ہوئے۔ ''شیث'' کا معنی ہے ہبۃ اللہ یا عطیۃ اللہ۔

حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت حوا علیہا السلام اور آپ کے والد مکرم حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے متعلق تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہا السلام کی عمر کتنی تھی اور آپ کہاں مدفون ہیں؟

حضرت آدم ابوالبشر اور حضرت حوا علیہا السلام کی عمریں اور مدفن

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر شریف ایک ہزار سال (فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۲۰۶) تھی اور حضرت آدم علیہ السلام کے مدفون ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے ایک روایت یہ ہے:

''کہ آپ گیارہ دن مریض رہے اور پھر جمعہ کے دن مکہ شریف میں آپ کی وفات ہوئی اور فرشتوں نے آپ کو غسل دیا اور حنوط لگائی، طاق کپڑوں میں کفن دیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرشتوں نے اور بنی آدم نے ان کی اقتدا کی''۔ اور ایک روایت کے مطابق حضرت شیث علیہ السلام نے بحکم جبرائیل علیہ السلام آپ کی نماز پڑھائی اور آپ نے قبر کھدوائی اور لحد بنوا یا اور آپ کو دفن کیا اور پھر فرشتوں نے بنی آدم سے کہا ھذہ سنتکم۔ یہ تمہارے لئے سنت ہے۔

بعض کے نزدیک آپ کی قبر جبل ابی قبیس کے غار الکنز میں ہے اور بقول سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہند کے پہاڑ نود میں ہے اور بقول بعض سراندیپ میں ہے اور حضرت حوا علیہا السلام کی وفات آدم علیہ السلام کے ایک سال بعد ہوئی اور دونوں کی قبر ایک جگہ ہے۔ طوفان نوح تک سراندیپ میں مدفون رہے جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں نکال کر ایک تابوت میں لاکر دونوں کو مسجد خیف میں دفن کیا۔ (تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۶۳،۶۴) یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مبارک ہے جس میں

حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مبارک سفر کرتا رہا تا آنکہ ہم کو اپنے نور سے منور فرما دیا۔ آپ کے نسب مبارک میں کوئی بھی غیر مسلم نہ تھا الحمد للہ ہم نے یہ مسئلہ دلائل سے بخوبی واضح کر دیا ہے، طالبان حق کیلئے اسی قدر کافی ہے۔

حدیث ان ابی و اباك فی النار کا جواب

"مسلم شریف میں ایک حدیث حماد بن سلمہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سرکار دو عالم ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے حضور ﷺ سے اپنے والد کے متعلق پوچھا جو کہ فوت ہو چکا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرا اور میرا اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے والد مومن نہیں تھے۔ اگر مومن ہوتے تو جہنم میں کیسے جاتے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث معطل ہے، قابل حجت نہیں ہے۔

حدیث کے معطل ہونے کی وجوہات۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اور امام ابوداؤد نے بطریق حماد ابن سلمہ حضرت ثابت سے وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

ان رجلا قال یا رسول اللہ این ابی ؟ قال فی النار، فلما قفاد عاہ فقال ان ابی و اباك فی النار"۔

"یعنی ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا باپ کہاں ہے؟ (جنت میں یا دوزخ میں) آپ نے ارشاد فرمایا وہ جہنم میں ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا بلاشبہ میرا باپ اور تیرا باپ جہنم میں ہیں۔

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام مسلم، امام بخاری سے متفرد ہوئے ہیں اور اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کی ہے۔

اس حدیث کی سند میں دو راوی حضرت حماد ابن سلمہ اور حضرت ثابت، دونوں پر ائمہ جرح و تعدیل نے جرح فرمائی۔ چنانچہ امام ابن عدی الکامل فی الضعفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت حماد بن سلمہ اور ثابت ضعیف راوی ہیں اور ان سے مروی احادیث میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں نکارت پائی جاتی ہے۔

حضرت حماد ابن سلمہ اگر چہ جلیل القدر امام، عابد، عالم تھے مگر اس کے باوجود محدثین کی ایک جماعت نے ان پر کلام کیا ہے اور امام بخاری نے ان کے متعلق سکوت فرمایا اور اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں لی اور امام حاکم اپنی کتاب ''المدخل الی الصحیح'' میں لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے حضرت حماد ابن سلمہ سے اصول میں کوئی روایت نہیں نقل کی، سوائے مذکورہ حدیث کے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حماد ثقہ ہیں لیکن ان سے مروی احادیث بہت سی منکر ہیں اور ان کا حافظہ کمزور تھا۔ اب ہم وہ احادیث شواہد کے طور پر لاتے ہیں جو حضرت حماد بن سلمہ سے مروی ہیں اور وہ منکر احادیث ہیں۔ حضرت حماد ابن سلمہ نے حضرت ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۳ فلما تجلی ربه للجبل تلاوت فرمائی اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خنصر انگلی کا ایک کنارہ نکالا اور اسے اپنے ابہام پر مارا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اس حدیث کو امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ امام مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور ابن جوزی نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے ثابت نہیں ہے اور منکر ہے اور یہ زیر بحث حدیث ان ابی الخ۔ بھی ان روایات میں سے ہے جو امام حماد ابن سلمہ کی کتب میں روایات

موضوعہ پائی جاتی ہیں۔اصل حدیث کے لفظ یہ ہیں۔ این ابی قال فی النار قال فاین ابوك قال حیث مررت بقبر كافر فبشره فی النار۔ امام سیوطی اس حدیث کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا حديث صحيح۔(التعظیم والمنہ صفحہ ۴۲)

''ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اورعرض کی یا رسول اللہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں۔ اس نے کہا تو آپ کا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے ارشادفرمایا کہ جب تو کسی کافر کی قبر سے گزرے تو اسے جہنم کی بشارت دے دو''۔

اس سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سائل کے مرتد ہونے کے خدشہ کی وجہ سے ایسا جواب دیا جس میں توریہ تھا اوراس میں یہ وضاحت نہیں تھی کہ نبی کریم ﷺ کے والد بھی اس کے والد کے ساتھ جہنم میں ہیں۔ راوی کو اس سے وہم ہوا اوراس نے اپنی سمجھ کے مطابق حدیث کو بالمعنی روایت کردیا۔ ان دوعلتوں کی وجہ سے یہ حدیث ان ابی وا باک فی النار معطل ہے اور قابل حجت نہیں ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مومنہ ہونے کی دلیل

• امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بسند امام زہری اُمِ سماعہ بنت ابی رھم سے روایت کی کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حالت مرض میں تھی اور نبی کریم ﷺ ان کے سرہانے جلوہ افروز تھے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا اور یہ اشعار پڑھے:

بارك فيك الله من غلام
يا ابن الذی من حومه الحمام

نجا بعون الملك المنعام
فودی غداة الضرب بالسهام

بمائه من اهل سوام
ان صح ما ابصرت فی المنام

فانت مبعوث الی الانام
من عند ذوالجلال والاكرام

تبعث فی الحل والحرام
تبعث بالتخفيف والاسلام

دين ابيك ابراهام
فالله ينهاك عن الاصنام

فالله ينهاك عن الاصنام
ان لا توا اليها مع الاقوام

اس کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور نئی چیز کو پرانا ہونا ہے اور میں اس جہان فانی سے رخصت ہونے والی ہوں اور میری یاد آتی رہے گی کیونکہ میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا وہ پوری خلق سے بہتر اور طیب و طاہر ہے، پھر ان کا انتقال ہو گیا، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے جنوں کا آپ

کی وفات پر نوحہ سنا اور وہ یہ کہہ رہے تھے۔

نبکی الفتاة البرة الامینه

ذات الجمال العفة الرزینه

زوجه عبداللّٰه والقرینه

اُمِ نبی اللّٰه ذی السکینه

وصاحب المنبر فی المدینه

صارت لدی حضرتها رهینه

سابقہ اشعار میں بتوں کی پوجا سے نہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا اعتراف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اقرار موجود ہے اور وہ الفاظ شرک وکفر کے منافی ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا مومنہ تھیں بلکہ تمام انبیاء کی امہات مومنات صالحات ہی تھیں۔

امام جلال الدین سیوطی مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں۔

انی استقرات امهات الانبیاء فوجدتهن مومنات فام اسحق وموسی و هارون و عیسی و حوا اُمِ شیث علیه السلام مذکورات فی القرآن بل قیل بنبوتهن و وردت الاحادیث بایمان هاجر ام اسماعیل وام یعقوب و امهات اولاده وام داؤد و سلیمان و زکریا و یحیی و شمویل و شمعون و ذی الکفل علیهم السلام ورجه ابن حبان فی تفسیره (الی ان قال) فامهات الانبیاء الذین من بنی اسرائیل کلهن مومنات (الی ان قال) وبقی اُمِ هود، وصالح و لوط و شعیب علیهم السلام یحتاج الی نقل او دلیل والظاهران شاء اللّٰه

ایمانھن فکذالك ام النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وکان السرفی ذالك ماترینه من النور (صفحہ ۴۸) اور التعظیم والمنۃ میں فرماتے ہیں:

قد تاملت بالاسقراء فوجدت جمیع امھات الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام مومنات فلا بدان تکون ام النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کذلك (صفحہ ۲۴)

حضور ﷺ کے والدین کو کافر سمجھنے والا ملعون ہے

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں:

سئل القاضی ابوبکر ابن العربی احد الائمه المالکیه عن رجل قال ان آباء النبی فی النار فاجاب بان من قال ذلك فھو ملعون لقوله تعالی ان الذین یوذون اللّٰه و رسوله لعنھم اللّٰه فی النار والاخره قال ولا اذیاعظم من ان یقال عن ابیه انه فی النار۔

(ص ۶۷)

یعنی امام المالکیہ قاضی ابوبکر ابن العربی سے اس شخص سے متعلق سوال ہوا جو نبی کریم ﷺ کے آباء کرام کے متعلق یہ کہے کہ وہ دوزخی ہیں آپ نے فرمایا وہ شخص جو ایسا کہتا ہے ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کیلئے عذاب مہین تیار کر رکھا ہے'' اور اس سے بڑی ایذاء اور کیا ہوسکتی ہے کہ حضور کے والدین کے بارے میں کہا جائے کہ وہ جہنمی ہیں۔

اور امام ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق عبداللہ بن یونس روایت کرتے ہیں۔حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک کاتب لایا گیا وہ خود مسلمان تھا اور اس کا باپ کافر تھا تو آپ نے لانے والے کو فرمایا کہ اگر ابناء مہاجرین میں سے کوئی لاتے تو اچھا ہوتا اس کاتب نے کہا کہ میرا باپ اگر کافر ہے تو کیا ہوا نبی کریم ﷺ کے والد بھی تو ایسے ہی تھے اس کی اس بات پر حضرت عمر بن عبدالعزیز سخت ناراض ہوئے اور اسے معزول کر دیا۔اسی روایت کو شیخ الاسلام ہروی نے اپنی کتاب ''الکلام'' میں بسند ابن ابی جمیلہ نقل کیا اور اس میں ہے کہ اس کاتب کا نام سلیمان بن سعد تھا۔ (الدرج المنیفہ ص ۲۰ ص ۲۱)

بحمد اللہ کتاب ہذا ''سفرِ نور نبی ﷺ'' پایہ تکمیل کو پہنچی قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر اس مضمون کو پڑھ کر ان کا ایمان تازہ ہو تو راقم کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بحق سید المرسلین مجھے اسی طرح خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور شریعت پر ثابت قدم رکھے اور میرے اس ہدیہ وتحفہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علٰی سیدنا محمد وعلٰی الٰہٖ و اصحابہٖ وابائہٖ واھل بیتہٖ اجمعین الی یوم الدین۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ "متفق علیہ" احادیث کا مجموعہ

اللؤلؤ والمرجان

مکمل دو جلدیں

جمع وترتیب
الاستاذ فؤاد عبد الباقی رحمہ اللہ علیہ

ترجمہ
ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ





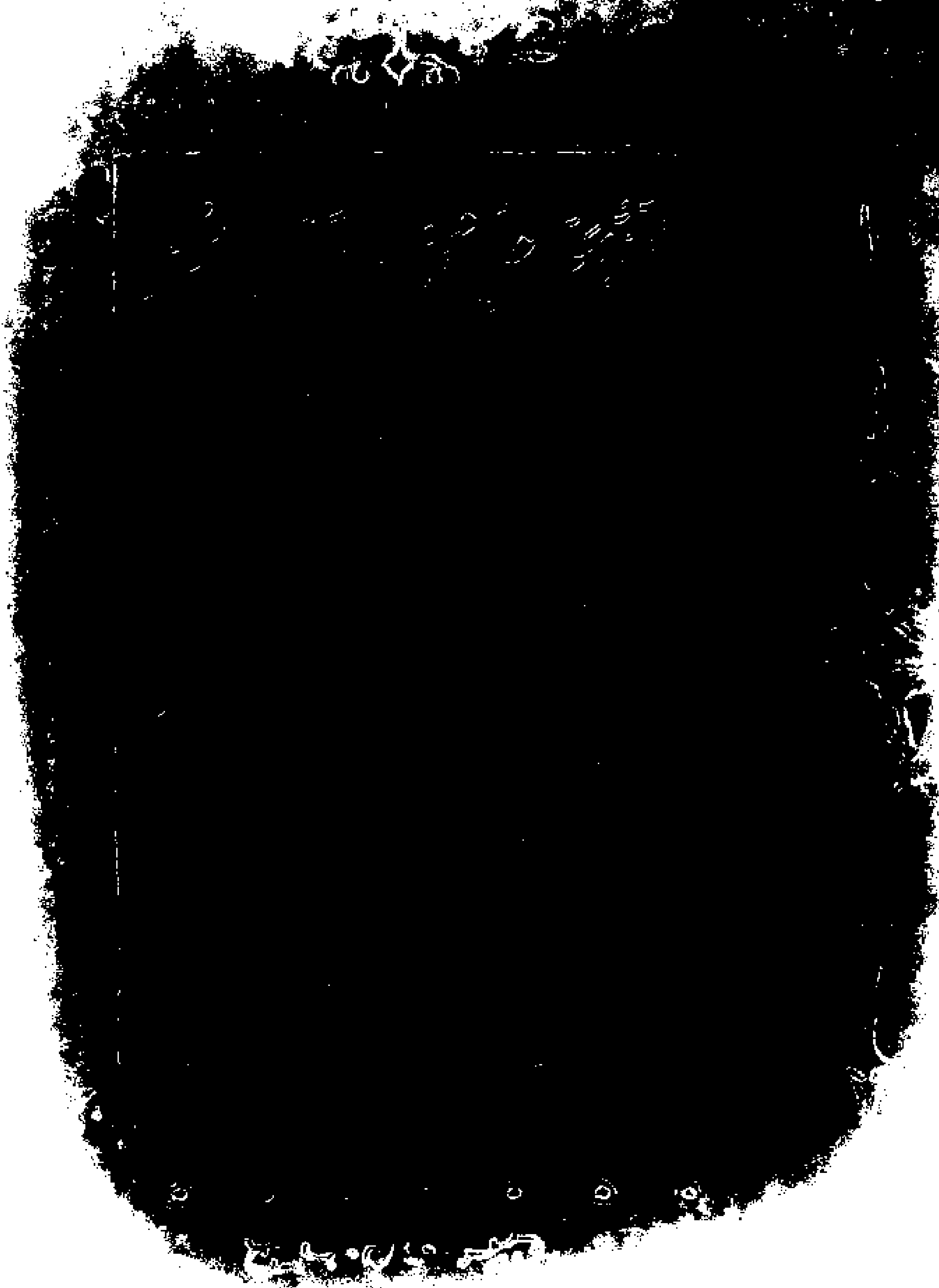
مکمل دو جلدیں

جہانگیری

مسند الامام الشافعي

ترتیب
ابو سعید سنجر بن عبد اللہ الناصري الجاولي

ترجمہ
ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ



عماد بک سنٹر اردو بازار لاہور